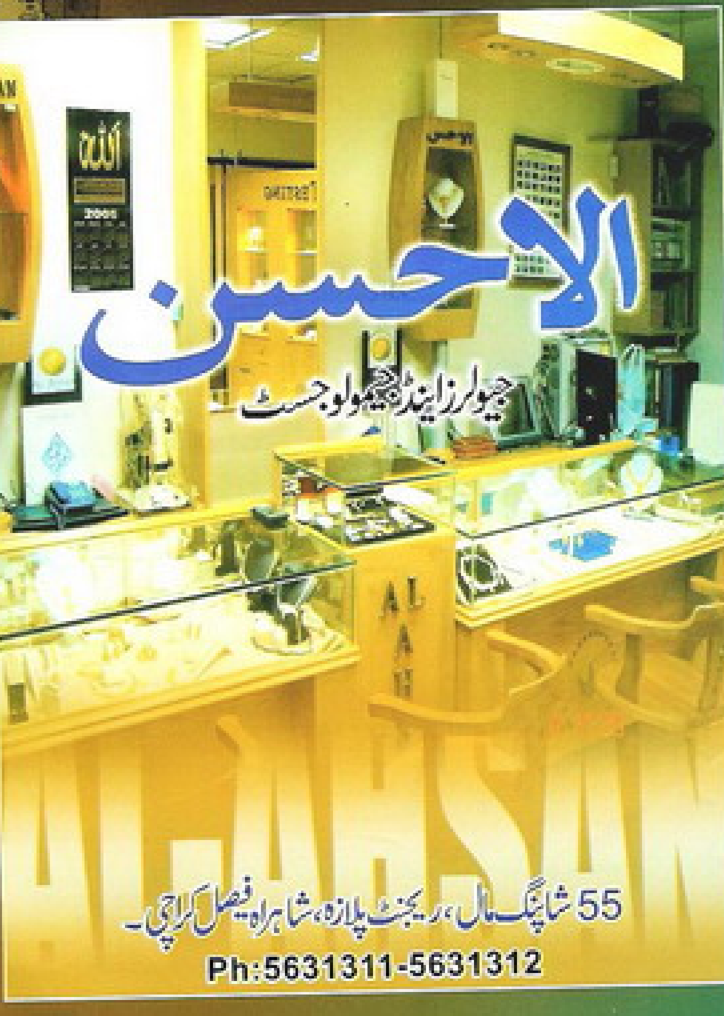
الاحسن
جیولرز اینڈ جیمولوجسٹ
AL AHSAN
55 شاپنگ مال، ریجنٹ پلازہ، شاہراہ فیصل کراچی۔
Ph:5631311-5631312

ربیع الاول / ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

ماہنامہ

الاحسن

سیرت النبی ﷺ نمبر

بشکر و سپاس سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت پاکستان

سرپرست اعلیٰ و بانی
شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زرولی خان

الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم

بیاد

امام العصر خاتمۃ المحدثین فی الہند حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ

وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ

ماہنامہ

ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

الاحسن کراچی

تذکرِ اسلاف اور علمی صداقتوں کا امین

مدیر اعلیٰ شیخ الحدیث و التفسیر مولانا مفتی محمد زر ولی خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

نائب مدیر محمد ہمایوں مغل

مجلس مشاورت

مولانا عبدالرشید انصاری
پروفیسر مزمل حسن
مولانا منصور الرحمن
جناب عمر فاروق

ترتیب و پروف ریڈنگ

مولانا عبدالشکور
مولانا سہیل احمد
مولانا مفتی صفی اللہ

قیمت فی شمارہ 50

رابطہ دارالتصنیف و دفتر ماہنامہ الاحسن

الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پاکستان فون نمبر: 0300-2608763

معارف ومحاسن	مدیر اعلیٰ کے قلم سے	۳
محضر نامہ برائے سواد اعظم اہلسنت والجماعت پاکستان		۹
احسن الخطابات	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب	۱۳
آنحضرت ﷺ کا کردار قبل النبوت	شیخ الحدیث حضرت مولانا اسفندیار خان صاحب	۳۲
انوار سیرت	جانشین حافظ الحدیث حضرت مولانا فداء الرحمن درخواستی صاحب	۳۷
آنحضرت ﷺ اغیار کی نظر میں	حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب	۴۰
سیرت رسول ﷺ کا ایک اہم گوشہ	حضرت مولانا مفتی احتشام الحق آسیا آبادی صاحب	۴۳
اخلاق حسنہ سیرت طیبہ کی روشنی میں	شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض اللہ آزاد صاحب	۵۳
آنحضرت ﷺ بحیثیت شوہر	حضرت مولانا قاری اللہ داد صاحب	۶۳
غزوات النبی ﷺ	محمد ہمایوں مغل	۶۷
کتب سابقہ میں آنحضرت ﷺ کا تعارف	مفتی محمد عمر خان	۹۳
خصائص النبوی ﷺ	مفتی افضل محمد صدیقی	۱۰۰
آپ کے مسائل کا فقہی حل	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب	۱۰۵
بدعات اور بدعتی کا تحقیقی جائزہ	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۹
نعت	امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۸
ذکر محفوظ تیرا اعجاز ہے رسول عربی	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب	۱۳۰
جو بھی ایک بار ملے تجھے وہ دل ہار آئے	سید امین گیلانی	۱۳۲
محمد رحمت عالم، حبیب کردگار آئے	ظہیر احمد تاج	۱۳۳
پھول کانٹوں میں کھلانے کے لئے آپ آئے	صبیح صدیقی	۱۳۶
یہ محمد مصطفی صلی علیٰ کی شان ہے	پروفیسر بدر الزماں بدر	۱۳۸
سب روشنی ہے سید خیر الانام کی	محمد ہمایوں مغل	۱۴۰
احسن التفاہیم	جمع وترتیب: محمد انور شاہ	۱۴۲

معارف و محاسن

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

سیرت مقدسہ محفوظ بھی ہے اور باعث محفوظ بھی

حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے جس نے بنی نوع انسان کو ہدایت و رشد کا سامان مہیا کیا انبیاء علیہم السلام کا مبارک سلسلہ چلایا۔ آسمانی مذاہب ماننے والوں کے یہاں یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ پہلا انسان اور پہلا نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ اسی طرح یہ بھی یقین اور قطعیت کے درجہ میں مسلمہ ہے کہ سب سے آخر میں اور قیامت تک کے لئے جن اور انس کی ضرورت وہدایت کے لئے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ما کا ن محمد ابا احد من ر جالکم ولکن رسول اللہ و خا تم النبیین

و کا ن اللہ بکل شیء علیما (الاحزاب آیت ۴۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر رشد وہدایت کی ضروریات مکمل کر دی گئیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی مکمل الانبیاء و متمم المرسلین ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انا خا تم النبیین جوامت کے یہاں درجہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ (بحوالہ خاتم النبیین لامام العصر محدث کبیر مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ) حضرت شاہ صاحبؒ کے منظومہ نعتیہ میں ہے۔

یکتا کہ بود مرکز بر دائراہ یکتا تا مرکز عالم توئی بے مثل و نظیری
ادراک بختم ست و کمال ست بخاتم عبرت بخواتیم کہ د ر دور آخیری

(عقیدۃ الاسلام)

خاتم الرسل والنبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ مقدس کتاب ہے جس کا متن قرآن کریم اور شرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة (الآیۃ الاحزاب)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی اسوۂ حسنہ خداتعالیٰ کی نظر الوہیت میں فضائل اور شرائف کمال اور جمال اور ہر طرح کی حسن وخوبی کا واقعی مرقع ہے اور جامع مجموعہ ہے۔

لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون (الحجر ۷۲)

کامل واکمل زندگی کا آسمانی دستاویز شاہد عدل بھی ہے اور برہان فضل بھی ہے قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم نبوت سے خداتعالیٰ کی طرف سے فہم فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال نبوت سے عمل فرمایا۔ امت جب اس کو جمع کرنے لگی تو قرآن کی دولاکھ تفاسیر امام العصر مولانا محمد انورشاہ صاحبؒ تک ہو چکی تھیں۔(یتیمۃ البیان ص ۱۴۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے والے معروف ومعلوم حضرات صحابہؓ سوا لاکھ تک پہنچ گئے۔ بلکہ بعض مورخین و مفسرین کے یہاں یہ تعداد پانچ لاکھ سے متجاوز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ نقل کرنے والے رجال اور رواۃ سوا لاکھ اسماء، اباء اجداد، انساب، اشجار اور بلدان کے ساتھ محفوظ کر لئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث اسوۂ حسنہ کو امت کے لئے آسان کرنے کیلئے جب خدائی مدد ونصرت متوجہ ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کی روشنی میں جیسے "فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اور من یرد اللہ بہ خیر ایفقھہ فی الدین (بخاری کتاب علم ص ۱۶) تو فقہاء اور مجتہدین اللہ تعالیٰ کے خاص تکوینی کرشمہ سے صادر ہوئے اور انہوں نے حیات جاوداں کو فقہ کے رنگ میں امت کے سامنے قیامت تک کیلئے لائحہ عمل اور دستور حیات مرتب فرمایا سچ کہا ہے بڑے محدثین نے "الفقہ ثمرۃ القرآن والسنۃ" زندگی مبارک ہر طرف محفوظ ہے فقہ میں طہارت کے اندر صفائی ستھرائی تقدس اور نظافت کے رنگ میں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت، صلوٰۃ، صوم اور حج احادیث کی عظیم

کائنات میں درج ہے۔ مال میں خداتعالیٰ کی رضا کے لئے تصرف زکوٰۃ ٹھہری۔ اور بشری زندگی کو خوش رنگ کرنے کے لئے ہر طرح کی الائشوں سے پاک کرنے کے لئے نکاح اور متعلقہ عناوین قائم ہوئے۔

آپ ﷺ بحیثیت منتظم کے دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے دنیا سے ضرورت تعلق کے قیام کے لئے کتاب البیوع اور آداب وتجارت وغیرہ آپ ﷺ ہی کی زندگی کی ایک جھلک ہے۔ ملک کے نظم ونسق اور معاشرے کو درست دھارے پر ڈالنے کے لئے کتاب الحدود وتعزیرات موجود ہے، انسان کو انسان بنانے کے لئے اور انسان کو انسانیت سکھانے کے لئے اخلاقیات کا بحر بیکراں ہے، انک لعلیٰ خلق عظیم اور فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم (الآیۃ) کے پیش نظر مفتاح السعادۃ اور فلاح الدارین اور آداب الدین والدنیا اور آداب المعاشرہ جیسے اسفار کبیرہ تفصیل کے ساتھ امت کے یہاں موجود ہیں۔

آپ ﷺ نے خدا کے دین کو سمجھانے کے لیے جس ایمان کی دعوت دی عقائد اور علم کلام اس سے تیار ہوا۔ آپ ﷺ نے نہ ماننے والوں کو منوانے کے لیے شرف اور بزرگی کا قدم اٹھایا ضرورت پڑنے پر خدا کی عظمت منوانے کے لیے ہتھیار اٹھایا۔ کتاب الجہاد اور کتاب المغازی تیار ہوگئے۔ اور کتاب السیر اور محاربہ کے مسائل سامنے آئے۔ آپ ﷺ نے خدا کی دی ہوئی نبوت کے ساتھ عملی زندگی کی حسین اور لذیذ چاشنی پیدا فرمائی تو معاملات، معاشرات اور معاشیات کے طویل وعریض عناوین وجود اختیار کر گئے۔

آپ ﷺ نے خدا کی نعمتوں کا اور اس کی قصوں کا بیان فرمایا تو اسماء الصفات پیدا ہوگئے اور صفات اہل الجنۃ وصفات اہل النار کے محدثانہ مجموعے تیار ہوگئے، آپ ﷺ کی زندگی نہ ختم ہونے والی کامل زندگی ہے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ سب کے لیے محبت ہے فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (یونس) یہ اقرار اعداء اور مخالفین سے کرایا گیا چالیس سال تک وہ بھی مدح وتعریف میں مثالیں پیش کرنے لگے تھے "صادق اور امین" کا لقب انہی لوگوں نے دیا تھا کعبہ معلّیٰ کی طرح آپ ﷺ کے جامع اخلاق عظیم انسانیت، کردار اور گفتار کی بلندی ہر طرف سے ہر طرح تسلیم کی گئی تھی تب آیت نے آکر ان کے سروں کو اور جھکا دیا آپ ﷺ کی سیرت ہر طرح مکمل ہوئی آپ ﷺ کی صورت اور حلیہ

مبارکہ کے لیے خلائق کے محاسن کمال اور جمال نثار کیے گئے۔ شمائل کے بڑے مجموعے تیار ہوئے امام ترمذیؒ وغیرہ نے صرف ۴۰۰ احادیث میں اس کو امت کے سامنے بطور سوغات کے پیش کیا اور آپ ﷺ کو ملنے والی کتاب اور اس کی تشریح آپ ﷺ کی حیات کیمطابق کردی گئی۔ اس کے لیے محدثین کے مجامع اور دفاتر وجود میں لائے گئے تو کتابیں لبریز ہوگئیں اور مجموعے ضخیم ہوتے گئے مگر آپ کی حیات اور اس کی برکات جاننے کے لیے عربیت جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے خطاب کیا اور جسے اللہ نے قیامت تک اسے جاننے اور ماننے والوں کے لیے ذریعہ عرفان بنایا تو عربی الفاظ اور ان کے معانی جاننے کے لیے علماء نے لغاتِ عربیہ ''لسان اور تاج'' جیسے دواوین تیار ہو گئے اور الفاظ اور صیغے اور ان کی ساخت جاننے کے لیے 'صرف' کے حضرات اور اعراب جاننے کے لیے سید جرجانی اور تفتازانی جیسے اکابر کو کھڑا کیا گیا تاکہ عربی کی حلاوت، معانی بیان اور بدیع کے رنگ میں ہر ایک آسانی سے سمجھ سکے۔ عربیت کا حسن کلام، عربیت کا امتیاز، شرف اور جامعیت کے لیے امام راغب اور شہاب نویری وجود میں آئے اور ''نہایت العرب فی فنون الادب'' تیار ہوگئی۔ قرآن وحی ہے نظم نہیں۔ عبدالقاہر جرجانی کی ''دلائل الاعجاز'' اور زمخشری کی ''اسرار البلاغۃ'' وجود میں آئے نظم کو نظم سمجھنا ادیبوں کا کام ہے حماسی، معرّی اور متنبی کے کلام کو ثبوت میں پیش کر دیا گیا۔ اسلام آنے کے بعد عربیت ہی بلند و برتر ہوئی۔ حسان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ حضرت خنساؓ اور خود ام المومنین حضرت عائشہؓ کے کلام سے برموقع استشہاد ہوا ہے۔ اس علم کے پڑھنے والے ظاہری اور بشری غلطیوں سے بھی باعتبار فن کے بچ سکتے ہیں، فلسفہ اور منطق اس ضرورت کے لیے آگے بڑھنے لگی اور آلۃ قانونیۃ تعصم مراعاتھا الذھن عن الخطاء فی الفکر کی وجہ سے فن جاننے والوں کو اس کی ضرورت کا احساس ہوا، 'بدیع المیزان' ہو یا 'میر باقر داماد' ہو یا 'غلام یحییٰ' ہو اس ضرورت سے سروکار رکھا گیا، اور جب عربی کی سلاست اور جزالت کو منوانے کا وقت آیا تو علم ادب تابعدار خادم کی طرح ہر علم و فن کے ساتھ حاضر خدمت رہا۔ بحتری کے دیوان پر بھی اکتفا کیا گیا ورنہ یہ کائنات میدان کارزار ہے۔ الغرض نبی عربی ﷺ کی حیاتِ جاوداں، اسوۂ حسنہ، سیرتِ مقدسہ محفوظ بھی

ہے اور باعث محظوظ بھی ہے۔

''ماہنامہ الاحسن'' کا اجراءِ ''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر''

ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی اور احسان کی ادائیگی کے منتظر ہیں کہ ''ماہنامہ الاحسن'' کا ''سیرت النبی نمبر'' اوائلِ ربیع الاول میں منصۂ شہود پر آرہا ہے اس میں اہلِ حق کی نمائندہ تنظیم سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت پاکستان کے شکر اور سپاس کا بھی احساس ہے، کیونکہ خیر کے کاموں کی طرف لوٹنا خیر کے رجال کے ساتھ تعاون کرنا اور خیر کے کاموں کے لیے مل جل کے فکر کرنا عظیم سعادت کا مقام ہے۔ دینِ اسلام کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون مفسرین، محدثین اور فقہاء دین سب مان چکے ہیں کہ قرآن کے لئے جو حالات، جو ماحولیات، جو رجال اور جو عوامل درکار ہوں ان سب کی حفاظت کا عہد خداوندی ہے اسی سے علماء امت کی ذمہ داری بڑھ گئی کہ وہ حق کو باطل سے، صدق کو کذب سے، اسلام کو کفر سے، توحید کو شرک سے، سنت کو بدعت سے اور مصالح مرسلہ کو رسوم مفاسدِ سے بچانے کے لیے ہر وقت ہر دور میں پوری قوت اور توانائی کے ساتھ تیار رہیں۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

جماعتِ ناجیہ اہلسنت والجماعت طائفہ، منصورہ ہر دور اور ہر زمانہ میں موجود رہی ہے اور وہی مسلمانوں کے عقائد اور دینی ساکھ کے بچانے کی ذمہ دار رہی ہے۔ کبھی لوگوں کی تسلی یا سہولت کے لیے یا شدید ضرورت پڑنے کی وجہ سے نام یا عنوان دوسرا اختیار کیا گیا ہے مگر کام اور مقام دین اور ایمان کا دامن مضبوطی سے تھاما رہا ہے اور واعتصمو ابحبل اللہ جمیعا کے مصداق بن کے رہے ہیں۔ جب ضرورت پڑی تو قافلہ حق کے آخری سالار مسند وقت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے ہندوستان میں رہتے ہوئے دینی افکار کی حفاظت کے لیے، جہاں دارالعلوم دیوبند اور اس کی تدریس و تعلیم کو اساس بنایا گیا وہاں عوامی سطح پر جمیعت علماء ہند کی داغ بیل ڈالی گئی اور ان کے لائق فائق شاگردوں نے

دیوبند کے درس اور ملکی سیاست میں اپنے شیخ کے لیے ہراول دستے کا کام کیا اس لئے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ دیوبند کے صدر نشین اور دین اور علوم دین کے شیخ الاسلام مانے گئے۔ دیوبندی کی ایک جماعت کی شدید ضرورت اور مجبوری کی قربانیوں سے ایک چھوٹا سا اور مختصر سا ملک وجود میں آیا مگر قربانیوں کا شکریہ ضروری تھا دیوبندی کے استاذ شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ پاکستان کے شیخ الاسلام تسلیم کئے گئے۔ تو ضرورت پڑنے پر شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ نے بطلِ حریت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مفکر اسلام شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمودؒ اور ملک بھر کے علماء حق کو ساتھ کر کے جمعیت علماء اسلام کا نشاۃ ثانیہ اور احیاء فرمایا ضرورت پڑنے پر مدارس کی حفاظت کے لیے وفاق المدارس العربیہ بنایا گیا۔ اور قادیانیوں اور مرزائیوں کے داغ دھبوں سے بچے اسلام اور محمدی نبوت کی خاتمیت اور جامعیت بچانے کے لئے تحفظ ختم نبوت کی تنظیم کارفرما کردی گئی اور جب اہلیان بدعت سواد اعظم اہلسنت جیسے دینی اور اسلامی عنوانات کو غلط استعمال کرنے لگے تو خود فقیہ الامۃ مفتی اعظم اسلام میدان سیاست کے فاتح حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب نے اپنی جماعت کے امیر حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی اور توحید و سنت کے ضیغم شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ وغیرہ بزرگوں سے سواد اعظم اہلسنت کی داغ بیل رکھوائی جس نے آگے چل کر اچھے کام کئے۔ کچھ مصالح کے پیش نظر کبھی تنظیمیں افق پر سکوت اور سکون بھی اختیار کر لیتی ہیں کیونکہ عمل جہاد میں 'کر' اور کبھی 'فر' دونوں جہادی کے مضبوط بازو ہیں چنانچہ علماء حق نے سواد اعظم اہل سنت کو موثر بنایا اور استاذ المحدثین مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر ٹھہرے جبکہ پیر طریقت شیخ الحدیث مولانا محمد اسفندیار خان ناظم اعلیٰ اور فقیہ الامۃ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسنؒ اور فقیہ النفس فقہ اور حدیث کے عظیم استاد مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ روح رواں ٹھہرے اور ان کی قیادت میں ملک بھر سے بروقت ایثار و قربانی کے نتیجے میں سواد اعظم اہلسنت والجماعت نے داد تحسین حاصل کی۔

خدا کا شکر ہوا کہ حال ہی میں کراچی کے اکابر علماء اور بزرگوں کی مشاورت سے سواد اعظم اہلسنت والجماعت پاکستان کا احیاء اور نشاۃ ثانیہ کی گئی ہے۔ اب تک دو بڑے اجلاس ہو چکے ہیں اور انہی کے نتیجے

میں یہ تیسرا اور عظیم اجلاس ہے جو کراچی کے بڑے ہوٹل میں منعقد کیا جارہا ہے۔ بہت ہی شکر اور احسان کا مقام ہے کہ جامعہ عربیہ احسن العلوم اور ان کے کارپردازوں کو اس کے داعی اور میزبانی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ علماء ہی کی مشاورت سے ''ماہنامہ الاحسن کا سیرت النبی نمبر'' جو شکر و سپاس سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت پاکستان کا حامل ہے نکل رہا ہے۔ وقت کم تھا اور کام زیادہ تھا اس لیے اختصار اور ابتدائی تعارف پر اکتفا کیا گیا امید ہے دینی کاموں کے قدردان مسلک حقہ کے بہی خواہ اور وقت اور ضرورت کے تقاضوں کے شناور اس کوشش کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

وماتوفیقی الا باللہ و علیہ توکلت والیہ انیب و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

سواد اعظم اہلسنت والجماعت پاکستان کے سلسلے میں ایک محضر تیار کیا گیاتھا جو اس کے ایک اجلاس میں سنایا گیا وہ اس اہم موقع پر پیشِ خدمت ہے امید ہے بعض اوہام اور کمزور خیالات کی اصلاح کے لیے اس میں کافی مداوا ہو گا

سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت پاکستان تحریک کا نشاۃ ثانیہ واحیاء انعقاد قیام

☆ خالص مذہبی تنظیم مسلک دیوبند اور مساجد و مدارس اہل حق کے تحفظ کی امین ہے۔

☆ سابقہ تمام تنظیموں کی جن کا تعلق اہل حق سے ہے کے تقدس واحترام کی پاسدار ہے۔

☆ سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت کا کسی دینی یا دینوی تنظیم سے (جن کا تعلق اہل حق سے ہو کبھی متصادم نہیں ہوگا) اس لحاظ سے سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت تمام اہل حق مسلمانوں کی نمائندگی کا حق رکھتی ہے۔

☆ سوادِ اعظم اہل سنت والجماعت کوئی سیاسی یا سرکاری عزائم نہیں رکھتی یہ خالص دینی اصلاحی حفاظتی اور مسلک اور اس کے مساجد و مدارس اور دیگر متعلقات میں اہل حق کی معین و مددگار تنظیم ہوگی۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت قرآن وسنت، مذہب حنفی اور مسلک دیو بند کی عزت وآبرو کے احیاء اور نشاۃ ثانیہ کی کاوشوں پر مشتمل خدمات انجام دینے میں کوشاں رہے گی۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت پاکستان حدیث اتبعوا السواد الاعظم (مشکوٰۃ ج اص ۳۰) کا مصداق رہے گی۔

☆ قافلہ حق کے سالار مفتی اعظم اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے اس کا نام اور کام ایک الہامی کیفیت میں رفقاء کو تلقین فرمایا تھا (بحوالہ استاد گرامی قدر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ) چنانچہ حضرت اقدس مفتی صاحب مرحوم ومغفور کے ارشاد کی تعمیل میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم ومغفور نے اس کا آغاز فرمایا تھا اور امیر العلماء والاولیاء حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے اس کے لیے خصوصی دعائیں فرمائی تھیں۔

۱۹۸۴ کے آس پاس ضرورت پڑنے پر یہ تنظیم دوبارہ متحرک ہوئی تھی اور اس کے صدر فخر المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب بانی ومہتمم جامعہ فاروقیہ اور صدر وفاق المدارس عربیہ پاکستان منتخب ہوئے تھے۔ جبکہ جامع الشریعت والطریقت مفسر قرآن شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد اسفندیار خان بانی ومہتمم جامعہ دارالخیر کراچی پاکستان اس کے ناظم اعلیٰ اور جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے تھے۔ جبکہ استاد العالم محدث کبیر فقیہ وقت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن اور فقیہ النفس مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ رئیس جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن اور کراچی شہر کے اور پاکستان کے مختلف شہروں کے اکابر علماء اس تنظیم کے نظم ونسق بروقت رہنمائی اور اس کے لئے قربانیاں دینے میں ہراول دستہ کا کام کر چکے ہیں۔ ثبت است بر جریدئہ عالم دوام ما

جبکہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت تحریک اور عروج کے ایام میں شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم بانی ورئیس جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی اول ایکشن کمیٹی کے چیئرمین اور بعد میں سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے علمی اور تحقیقاتی کمیٹی کے صدر منتخب کیے گئے تھے۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت اپنے مقاصد وعزائم اور محاسن کی تگ ودو میں مختلف قربانیاں اور

بروقت ایثار کا اظہار کرچکی ہے۔ جو اہل بصیرت اہل عقل اہل علم اور اہل نظر کے یہاں محفوظ ہیں۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کی فی الحال ایک سپریم کونسل قائم کی گئی ہے جس کے امیر شیخ الحدیث پیر طریقت علامہ مولانا محمد اسفند یار خان صاحب دامت برکاتہم ہیں۔

سپریم کونسل میں اہل سنت والجماعت حنفی مکتبہ دیو بند سے تعلق رکھنے والے تمام علماء آئمہ خطباء، ذمہ داران اور خواص وعوام مسلک اور مساجد کے تحفظ کے رشتہ سے سب شریک اور انشاء اللہ رواں دواں ہیں۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت پاکستان اہل حق کی نمائندہ تنظیم جمعیت علماء اسلام کے سیاسی اور دینی عزائم میں ہمیشہ معین ومددگار رہے گی۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت اپنے جملہ سیاسی قائدین اور علماء بالخصوص حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور ان کے احباب اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور ان کے رفقاء کے دینی وملی وملکی اور سیاسی سرگرمیوں میں ان کے ساتھ چلنے کو اپنے منشور کا مقتضاء سمجھتی ہے۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت فخر المحدثین مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی زیر صدارت چلنے والی تنظیم وفاق المدارس العربیہ اور ان کی قیادت میں ملک بھر کے مکاتب فکر کی نمائندہ تنظیم "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ عربیہ پاکستان" کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور سابقہ تمام قائدین علماء کرام اور زعماء ملت کی دینی و دنیاوی خدمات کا احترام کرتی ہے۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے بے مثال بہترین عزائم میں سے کسی بھی اہل حق چھوٹی بڑی تنظیم سے کبھی بھی کسی حال میں متصادم نہ ہونا ہے۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت اپنا تفصیلی منشور با قاعدہ لائحہ عمل اور اس کا اعلان بذریعہ اخبارات اور جرائد وماہناموں میں عنقریب نشر کرے گی۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت اپنے بلند عزائم اور دینی محاسن اور تنظیمی سرگرمیوں کے لئے کل پاکستان کے علماء ومشائخ، زعماء وقائدین دین اور مسلک کا درد رکھنے والے عام وخاص مسلمانوں کو اپنے ساتھ چلنے

اور سواد اعظم اہل سنت والجماعت اپنانے کی مخلصانہ دعوت دیتی ہے۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت اپنے خیر خواہوں، بہی خواہوں اور حق وصداقت کے علمبرداروں سے اپنی کامیابی وکامرانی، مسلک اور مساجد کے تحفظ کیلئے مخلصانہ دعاؤں کی درخواست کرتی ہے۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کی سپریم کونسل عنقریب ایک مجلس قائم کرے گی جو علماء اور فعال قسم کے کارندوں اور تحفظ مسلک اور مسجد کے لیے کام کرنے والے افراد پر مشتمل ہوگی۔

اس مجلس کے ذمہ شہر بھر کی مساجد اور مدارس کی نگرانی اور حفاظتی اقدامات کے سلسلے میں سپریم کونسل سے مراجعت اور مشاورت ہوگی۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کی یہ ذیلی مجلس مساجد مدارس آئمہ وخطباء مدرس وموذنین وغیرہ کو مسلک کی سطح پر پیش آنے والی تکالیف اور پیچیدگیوں میں انکے تعاون اور مدد کرنے کے لئے چاق وچوبند رہے گی۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کی سپریم کونسل کی زیر نگرانی قائم مجلس مسلک، مسجد، مدرسہ کو پیش آنے والے تھانہ، تحصیل عدالتی اور دیگر کاروائیوں کے سلسلے میں سپریم کونسل کی ہدایات واحکامات کے پیش نظر اپنے ہم مسلکوں کی حفاظت عزت اور فتح یاب ہونے کے لئے بروئے کار رہے گی۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کی سپریم کونسل کی زیر نگرانی اپنے مطلوبہ امور کے شایان شان طریقہ سے نبھانے کے لیے ایک معتد بہ فنڈ (مجموعہ مال) کے لئے کوشاں رہے گی۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کی سپریم کونسل امور، احوال کی نگرانی سچائی امانت داری کے ساتھ نبھانے کے لیے وقتاً فوقتاً اجلاس کی شکل میں اپنے ارکان اور بہی خواہوں کو آگاہ رکھے گی۔

☆ سواد اعظم اہل سنت والجماعت سپریم کونسل بقیہ ضروری امور اپنے علماء اور بزرگوں کی طرف مراجعت اور ان کے ساتھ مشاورت سے طے کرے گی۔

احسن الخطبات

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذبالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا و نبينا محمدا عبده ورسوله ارسله الله تعالىٰ الىٰ كافة الخلق بين يدى الساعة بشيراً و نذيرا و داعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا صلى الله تعالىٰ عليه و اله و اصحابه وبارك وسلم!

اما بعد! فاعوذبالله من الشيطٰن الرجيم ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

ولقد كتبنا فى الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادى الصٰلحون○ان فى هذا لبلٰغا لقوم عٰبدين ○وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمين ○قل انما يوحىٰ الى انما الٰهكم اله واحد فهل انتم مسلمون ○فان تولوا فقل اٰذنتكم علىٰ سوآء و ان ادرى اقريب ام بعيد ما توعدون ○انه يعلم الجهر من القول و يعلم ما تكتمون ○و ان ادرى لعله فتنة لكم و متاع الىٰ حين ○قٰل رب احكم بالحق و ربنا الرحمٰن المستعان علىٰ ما تصفون○

اخرج البخارى و مسلم فى صحيحيهما ان النبى ﷺ قد قال

انى اوتيت ملة حنيفية ملة سمحة سهلة

وقال ﷺ انما انا رحمة مهداة

وقال ﷺ انما بعثت معلما

ای آن که ہمه رحمت و مہداۃ قدیری

باران صفت و بحر سمت ابر مطیری

معراج تو کرسی شدهٔ و سبع سماوات

فرش قدمت عرش بریں سدره سریری

ختم رسل و نجم سبل صبح ہدایت

حقا که نذیری تو و الحق که بشیری

آدم بصفِ محشر و ذریتِ آدم

در ظل لوایت که امامی و امیری

یکتا که بود مرکز ہر دائره یکتا

تا مرکز عالم توئی بے مثل و نظیری

ادراك بختم ست وکمال ست بخاتم

عبرت بخواتیم که در دور اخیری

امی لقب ماهِ عرب مرکز ایماں

ہر علم و عمل را تو مداری و مدیری

اللهم صلی و سلم علی عبدک و نبیک و رسولک محمد

احمد وعلی آله و اصحابه و بارک و صل و سلم علیه

نظامِ دنیا اور نظامِ آخرت

میں نے جو آیات تلاوت کی ہیں یہ سورۃ انبیاء قرآن کریم سترہویں (۱۷) پارے کے نصف اول کی سورۃ میں سے ہیں اور اس کے اخیر کی چھ سات آیات میں نے پڑھی ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے نظامِ دنیا کے آداب بیان کیئے ہیں اور نظامِ آخرت کے استحقاق کے بھی آداب بیان فرمائے ہیں۔ ایک دنیا

نظام ہے اور دوسرا آخرت کا نظام ہے، دنیا کا نظام اچھوں کے پاس بھی رہتا ہے اور بروں کے پاس بھی اس نظام کا ظاہری تصرف اور اختیار بھی کبھی بلکہ اکثر کفار کے پاس بھی ہوتا ہے اور وہ دنیا کے زیادہ حصہ پر براجمان نظر آتے ہیں اور اہل اللہ اور اہل علم عموماً امتحان و آزمائش میں رہتے ہیں۔ آخرت کا نظام اللہ تعالیٰ نے سارا کا سارا ایمان اور عمل والوں کو دیا ہے کفار کے بارے میں کہا ہے۔

لا خلاق لهم في الآخرة وہاں ان کا کوئی حصہ بنتا ہی نہیں۔

چونکہ آخرت سے بالکل محروم ہیں اور دنیا ان کو بطور امتحان و آزمائش کے دیدی گئی ہے اس لئے دنیا میں وہ قدرے با اختیار اور کچھ آسودہ نظر آتے ہیں، اگرچہ وقتاً فوقتاً اللہ کی طرف سے ان پر پھٹکار نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قہر اور عذاب میں وہ مبتلا ہوتے ہیں اہل نظر اور اہل بصیرت اس کو غور سے دیکھیں تو سمجھ لیتے ہیں۔ فاذ اقها الله لباس الجوع والخوف، اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان پر خوف بھوک اور پریشانی ایسی مسلط کی ہے جیسے ان کے جسم کا لباس۔ جس طرح انسانی جسم کا لباس بدلتا رہتا ہے لیکن جو بھی پہنے گا وہ لباس ہی ہوگا اس طرح ان کا خوف اور خطرہ وہ کم نہیں ہوگا بڑھتا جائے گا اور جس طرح انسانی جسم کے لئے لباس کی ضرورت شدید ہوتی جاتی ہے لباس کم قیمت کا بھی ہے اور زیادہ قیمت کا بھی گرمی کا بھی ہے سردی کا بھی عورتوں کا بھی ہے اور مردوں کا بھی لیکن لباس پہننا انسان کے لئے ضرورت ہے اور انسان کا ایک خاصہ ہے اور انسان اس کے پہنے بغیر انسان نہیں بن سکتا۔

فاذا قها الله لباس الجوع والخوف اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان کے ساتھ خوف اور بھوک چمٹا دیئے۔ جیسے جسم کے ساتھ لباس ہوتا ہے اور جس طرح ایک وقت کا کھانا کھانے کے بعد دوسرے وقت پھر ضرورت پڑتی ہے۔ اور ایک لباس اختیار کرنے کے بعد ایک ہفتہ ایک دن کے بعد پھر دوسرا لباس بدلنا پڑتا ہے۔ اولا یرون انهم یفتنون فی کل عام مرة او مرتین

کفار پر بھی مشکلات آتی ہیں وہ بھی پریشان رہتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح زیر عتاب رہتے ہیں۔ لیکن ان کو نہ نصیحت ہے نہ توبہ کی توفیق ہے۔ مسلمانوں کو بھی تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ لیکن مسلمان کو اس سے عبرت ہوتی

ہے اور مسلمان فوراً سرزنش کو قبول کر لیتا ہے۔ ضرور کسی سمت سے نافرمانی لغزش کمی کوتاہی آ چکی ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد آنے میں کچھ دیر لگی ہے اور یہ اس کی حکمتیں ہیں۔ کہ بڑوں بڑوں کو بھی سخت موقع پر کچھ امتحان میں ڈال کر فکر مند بنا کر اور اپنے قریب کر لیتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے پیغمبروں کا حال بتایا ہے اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ دیکھو دنیا کے نظام میں کبھی وہ اتنے پریشان ہو جاتے ہیں۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة اے لوگوں تم سمجھتے ہو کہ جنت چلے جاؤ گے۔ جنت اتنی آسان ہے کہ جس گلی سے گزر جاؤ اس گلی سے آ جاؤ بس جنتی ہو گئے اور جنت کا ٹھیکدار بن گیا۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة۔ جنت کے حصول میں پوری زندگی گزاری جاتی ہے۔ اور اس میں تو کامل ایمان بنانا ہوتا ہے اور ایمان کے لائق اعمال اختیار کرنے پڑتے ہیں اور ایمان اور ایمان کے موافق اعمال کے منافی سے ہر طرف بچنا پڑے گا۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة۔ تم یہ گمان کرنے لگے بس جنت چلے جاؤ گے۔ ولما یا تکم مثل الذین خلو من قبلکم۔ اور ابھی تک آئی نہیں تمہارے پاس حالات ان لوگوں کی مثالیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ مستھم الباساء والضراء پہنچتی تھی ان کو باساء دشمنوں کے ساتھ جنگ و جدال مقابلے اور والضراء اور بیماریاں اور تکالیف غموم و ہموم صدمے اور پریشانیاں و زلزلو اور انکو جھنجھوڑ دیے گئے۔

حتیٰ یقول الرسول والذین امنوا معه۔ یہاں تک اس زمانے کے پیغمبر اور ان پر ایمان لانے والے بول پڑے۔ متیٰ نصر اللہ خدایا پریشان حالوں کی آپ جو مدد کرتے ہیں اور آخری لمحے میں آپ قدرت کا جو خاص کرشمہ دکھا کر بچاتے ہیں۔ اور ظالموں کا آخر کار آپ سر کچلتے ہیں۔ وہ مدد و نصرت تیری کب آئے گی۔ الا ان نصر اللہ قریب پھر آواز نصرت کی آ گئی۔ پس لیجئے یہ ہے۔ مدد تمہارے گھر کے دروازے سے گزر رہی ہے۔ اور تمہارے پاس پہنچ رہی ہے اس وقت بھی مسلمان پورے عالم کے اندر خاص طریقے سے عتاب میں ہیں اور تکلیف میں ہیں۔ کچھ تو اپنے ہاتھوں میں ہمارے ملک کے ممبران اور وزراء امریکہ سے احتجاج کر رہے ہیں۔ قرآن شریف یا اسلام اور پاکستان کی توہین نہیں کرنا چاہیے۔

پچاس سال سے اسلام کے نام پر دھوکہ دیا جارہا ہے

دیکھنا یہ ہے کہ توہین کب ہوگی؟ توہین اس کو کہتے ہیں کہ صرف کفار کریں یا خود بھی مسلمان ہو کر اسلام کا نام لیکر توہین کرنے والے بھی اس گندے فعل سے باز آتے ہیں یا نہیں۔ اسلام کے سلسلے میں ایک طویل دھوکہ اس سرکار اور سیاست شریک کار 58 سال سے عوام کو دے رہے ہیں۔ یہ سرکاری وزراء اور نیم سرکاری سیاستدان اور حکومت کی بی ٹیم مفاد پرست جماعت توہین سے کب باز رہے ہیں۔ جب یہ حکومت میں آجاتے ہیں تو ایک خاص مقصد کے تحت آگے بڑھتے ہیں لیکن جب اسمبلی ہال دیکھ لیتے ہیں تو وہاں ان کو مفادات کی بارش نظر آجاتی ہے تو اسلام کو بھول جاتے ہیں اور دینی مسائل محراب و مسجد تک محدود ہو جاتے ہیں اور اسمبلی میں دینی مسائل کو ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ اس سے تو ہم ایک مولوی اور منبر و محراب کے آدمی اور مسجد کے نمازی نظر آئیں گے، پھر ان کی نظر عالمی ہو جاتی ہے ان کا تناظر آفاقی بن جاتا ہے اور ان کے مقاصد میں مسلم اور غیر مسلم سعودی عرب ایک اور ملک دونوں ایک جیسے بن جاتے ہیں کیونکہ یہ عوامی لیڈر ہو جاتے ہیں۔ اسلام کے نام پر آگے بڑھنے والے پھر عوام کی چاپلوسی سے اور عالمی بھیک کے ذریعہ اپنی جیبوں کو بھرنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں میں اگر جانتا بھی ہوں تو زیادہ بولتا نہیں کیونکہ میرے پاس بولنے کے ہدف اور بہت ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس ملک میں جو آگے بڑھا اس نے کوئی بڑا کام نہیں کیا اور جس کو ذمہ دار سمجھا گیا ہے اس نے ذمہ داری سے کبھی بھی نبرد آزمائی نہیں دکھائی اور جو ایوان بالا کی بڑی کرسی پر جلوہ افروز ہوا ہے اسے پھر پرانا سبق یاد نہیں آیا۔ ہاں اسمبلی ٹوٹنے کے بعد وزارتیں ختم ہونے کے بعد حکومتی راستے بند ہونے کے بعد پھر غریب مسلمانوں کی طرف جب آئیں گے تو کہیں گے کہ آپ نے پاکستان تو اسلام کے لئے حاصل کیا تھا ہم نے پاکستان اسلام کے لئے حاصل کیا تھا مگر آپ نے اسلام آباد کے لئے حاصل کیا تھا اور پھر جب یہ سیاسی اسٹیج پر بیٹھیں گے اور تقریر کریں گے تو ان سے زیادہ ہمدرد تو شاید دنیا میں کوئی ہوا ہو۔ ایک فارسی شاعر نے ایسے موقع پر ایک شعر کہا ہے۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ شو

اندر سے تو آپ میرے دوست ہیں لیکن جب موقع ملتا ہے تو پہچانتے نہیں

اندر سے تو بڑے غم خوار ہیں لیکن آپ کا ظاہر اور جہاں موقع ملتا ہے اس وقت بیگانے بنتے ہیں۔

ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

ایسے ڈرامائی اخلاق دنیا میں کم دیکھے گئے ہونگے۔ بلاشبہ مغرب سے ہماری شکایت درست ہے اور مغرب اور مغرب کے کافر ملحد وقتاً فوقتاً مسلمانوں کی نبض کو مکمل نظر رکھتے ہیں۔ اور وہ دیکھتے ہیں کہ انہیں اب بھی مذہبی غیرت باقی ہے یا ان کے خیال میں یہ ٹھیک ہوگئے ہموار ہوگئے۔ یہ خود شعور نہیں رکھتے، یہ دیکھتے ہیں کہ منشائے عوام کیا ہے یہ عوامی گرماہٹ کے ساتھ اوپر نیچے ہوتے ہیں۔

حکمرانوں کے بارے میں ایک حکایت

لوگوں نے ایک عجیب مثال دی ہے کہ ایک وزیر کو بادشاہ نے کہا کہ کوئی چٹ پٹی چیز بناؤ منہ کا مزہ بہت خراب ہے تو اس نے بینگن پکوائے بینگن جب مصالحوں میں تل جائیں صحیح طرح پک جائیں تو کھانے میں لذیذ ہوتے ہیں۔ بادشاہ بڑا خوش تھا اور اس نے کہا بینگن بہت پیارے ہیں اور بینگن کے سالن کا کیا کہنا تو وزیر بھی کہتا تھا کہ بینگن بڑے مزیدار ہوتے ہیں سالن تو بینگن کا ہی ہوتا ہے اور سالن لوگ کھاتے کیوں ہیں ایک گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ جب گزر گیا اور بینگن کی وجہ سے سینے میں جلن شروع ہوگئی اور بادشاہ سلامت کی طبیعت کچھ مضمحل ہوئی اور شدید پیاس لگنے لگی تو ایک دو مرتبہ پانی مانگا تو اس نے کہا یہ بینگن بڑے خراب ہیں اور اس سے تو پیاس بڑھتی ہے یہ تو کھانا ہی نہیں چاہیے تو وزیر نے کہا بینگن بہت نالائق چیز ہے اور سب لوگوں کو بینگن چھوڑ دینا چاہیے۔ اور بینگن کی کاشت پر پابندی لگائی جائے تو وزیر کو کسی نے کہا کہ ابھی صبح تو آپ بینگن کی بڑی تعریف کر رہے تھے اور ابھی شام کو بہت برا بھلا کہہ رہے ہیں تو اس نے کہا صبح بادشاہ سلامت خوش تھے بینگن سے اور اب بینگن سے ناراض ہیں تو ہم کو تنخواہ تو بادشاہ دیتا ہے بینگن تو دیتا نہیں ہے جن سے تنخواہ آئے گی ہم اس کے گیت گائیں گے۔ ہمارے دور کے سرکاری اہلکار اور یہ نیم سرکاری

سیاستدان ان کی تنخواہ اوران کے مفادات۔ العیاذ با للہ و استغفر اللہ

اللہ تعالیٰ حکومت کو بھی ایمان عقل اور غیرت دے اور اللہ تعالیٰ ان سیاستدانوں کو بھی عزم کا جذبہ دے اور اس کی مرضی ہے دے یا نہ دے لیکن ہم اچھائی کی امید رکھیں گے اور اللہ سے اچھا مانگیں گے۔ نیک گھڑیوں میں صرف شکوہ مناسب نہیں ہوتا جمعہ کا وقت، تقریر کا وقت، خطابت کا وقت اسلامی روایت درایت کے مطابق نیک ساعات ہیں مبارک اوقات ہیں اس میں دعاؤں کی بھی سخت ضرورت ہے اور دعا مانگنے والے کو فائدہ بہت زیادہ ہوتا ہے اس کا اخلاص قائم ہوتا ہے اور ویسے بھی غائبانہ دعا مسلمان کے لئے اللہ قبول فرماتے ہیں۔

دعا المؤمن للمؤمن یستجاب اذا کان عن ظهر الغیب

شعائرِ اسلام کو نقصان پہنچانا دونوں جہانوں میں رسوائی کا سبب ہے

مسلمان اپنی پوری زندگی میں ابتلاء کے ساتھ چلتا ہے آزمائش کے ساتھ چلتا ہے مسلمان دنیا میں بے لگام نہیں ہو سکتا ہے ایک وقت آ گیا ہفتے میں تو اس میں جمعہ کی نماز قائم ہے اس سے پہلے یا اس کے بعد پوری دنیا کے لوگ مل کر بھی جمعہ قائم نہیں کر سکتے۔ اللہ کی طرف سے ایک وقت مقرر ہے اور اس کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس کو جمعہ کہتے ہیں ایک وقت داخل ہو جاتا ہے تو اس کی اذان ہو جاتی ہے اور جماعت شروع ہو جاتی ہے۔ جب تک وہ وقت داخل نہ ہو کوئی شخص دنیا کا وہ نماز نہیں پڑھا سکتا ہے۔ اور نہ اس نماز کا کوئی وجود اور حقیقت ہوگی پھر عبادت کے اندر بھی پابندیاں ہیں۔ عبادات اختیاری نہیں بلکہ عبادات اضطراری جمعہ کے رکعات دو ہیں جمعے کے ساتھ دو خطبے ہیں ڈبل اذان کیساتھ ہیں ظہر کی چار ہیں لیکن سری ہیں اور ایک ہی اذان کافی ہے اور کوئی خطبہ کسی نماز کے لئے بھی کوئی بڑے سے بڑا امام بھی فقہ اور حدیث کا نہیں دے سکتا۔ امتحان ہی سے انسان نکھرتا ہے۔ اس امتحان کے لئے آپ صبح سے تیار ہو جاتے ہیں اور جن کی تیاری دانغدر ہوتی ہے اور ہر وقت پریشان ہوتے ہیں ۔اے خدایا جنہوں نے جمعہ کا دن قتل کیا ہے اور جمعہ کی شرف اور فضیلت کو برباد کر کے اتوار کو رکھا ہے خدایا ان کے خانے خراب کرے۔ خدایا ان کی نسلیں تباہ

برباد کردے۔ سورۃ یوسف کے ایک مضمون میں قرطبی اور مظہری میں ایک خط ہے۔ یعقوب علیہ السلام کا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی شعائر کو نقصان پہنچانے والوں کے سات نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ مذہبی دن جمعہ ہے جمعہ میں اور غیر جمعہ میں زمین اور آسمان کا فرق ہے، کفر اور اسلام کا فرق ہے، انسان اور حیوان کا فرق ہے، حلال اور حرام کا فرق ہے۔ یہ کہنا کہ جمعہ کا دن بھی کاروبار کا دن ہے اور جمعہ اور اتوار میں کوئی فرق نہیں ہے یہ کلمہ کفر ہے ایسا کہنے والا اسلام سے نکل جائے گا۔ جمعہ کے فضائل میں ایک سورۃ سورۃ الجمعہ موجود ہے۔ جمعہ کے فضائل اور ان کے مبارک گھڑیاں وہ ایک امتیازی ہیں اور بدیہی ہیں۔ آسمان کی عظمت کی طرح بلند و برتر ہے جمعہ کی فضیلت۔

جو لوگ جمعہ نہیں پڑھتے تھے وہ تو تھے ہی مجرم اور جو پڑھنے والے تھے نہ پڑھنے والوں کی سزا پڑھنے والوں کو دے دی گئی اب وہ غریب دفتر جاتا ہے تو بادل نخواستہ پینٹ اور پتلون کے ساتھ ہے اور بعض پریشان حال ٹائی بھی لگاتے ہیں اور پھر اس دفتر کے قریب میں جیسا بھی ہو۔ وہاں گھستے ہیں دو رکعت خطبہ سنایا نہ سنا۔ ہو مارتے ہیں۔

جمعہ صرف جمپ مارنے کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ مسلمانوں کی ہفتہ وار عید ہے الجمعة عيد المساكين پر مستقل فضائل وارد ہیں محدثین نے فضائل جمعہ قائم کئے ہیں۔

تیرا جی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں
آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے

یہ بھی ایک امتحان ہے ایک ایسے حکمران جس سے خیر کی توقع نہیں تھی اس نے جمعہ کا دن قائم کیا اور ایک ایسا حکمران سرکش نادان باغی جو اپنے آپکو میلاد میں بدعتی اور بریلوی سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو فخر کے ساتھ ذکر کرتے تھے کہ ہم نیچے دستر خوان ڈال کر کھانا کھانے والے ہیں اور ہمارے چھوٹے بچے فلاں فلاں مدرسے میں حفظ و تجوید پڑھتے ہیں۔ لیکن ان کے ہاتھوں جمعہ کا قتل ہو چکا ہے اور اب تک وہ چوٹ جمعہ کی فضیلت و شرف پر ایمان رکھنے والے کھا رہے ہیں اس کو سہ رہے ہیں اور ہمارے ماسٹر

صاحب کو بھی ایک طویل مہلت مل گئی اوراس طویل مہلت کے عرصے میں بار ہا ان سے مطالبہ کیا گیا کہ جمعہ کی عظمت جمعہ کی سرکاری تعطیل اور جمعہ کی رونق اور بہار بحال کرو لیکن وہ عالمی منڈی کے تناظر میں اپنے آپ کو شکست خوردہ سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آج ان کو ایسے لوگوں کا محتاج بنایا جن کا اپنا حصہ آسمان پاکستان میں نہیں ہے۔ جو اس خطرے سے نہیں گزر سکتے کہ ہم پابند سلاسل ہو جائیں گے۔ بلکہ ان کو کہتے ہیں کہ آپ ہمیں باعزت طریقے سے یہاں سے بھاگنے دیں۔

فاذا قها الله لباس الجوع والخوف

اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی خوف اور خطرے مسلط کر دیے ہیں خوف اور خطرہ بھوک اور خوف یہ عبادات سے منہ موڑنے سے پیدا ہوتی ہیں بھوک اور خوف، بھوک صرف جسم کا عارضہ ہے اور خوف پورے ماحول کا عارضہ ہے ایک آدمی کو وقت پر کھانا نہ ملے تو وہ اس وقت کے اندر قدرے غمگین افسردہ اور ضعیف العزم ہو جائے گا اس لئے حدیث میں فرمایا کہ ''تم چند لقمے اٹھ کر سحری کے کھایا کرو تا کہ روزے کی حالت میں عبادت طاقت اور توانائی کے ساتھ کر سکو'' اور اس لئے حدیث میں فرمایا کہ جب سورج ڈوب جائے تو روزہ افطار کرنے میں دیر نہ کرنا اور اہلسنت والجماعت کی نشانیوں میں سے ہے دیر سے سحری کرنا اور جلدی افطاری کرنا۔ خلافاً للروافض روافض دونوں برکتوں سے محروم ہیں ان کی سحری صبح کاذب کو ہوتی ہے اور ان کا افطار پندرہ بیس منٹ تاخیر سے ہوتا ہے۔ انکے دین کی صبح بھی کاذب ہوتی ہے یعنی ابھی دن شروع نہیں ہوا اور ان کی دروغ گوئی شروع ہوگئی۔ دروغ گو دنیا میں دو طرح کے ہیں ایک قول وفعل کے ہیں اور ایک مذہب کے ہیں کسی کی صبح بھی جھوٹی ہو یہ مذہبی جھوٹ ہے یعنی جو مذہب اس نے اختیار کیا ہے وہ قرآن وسنت سے دور ہے۔ اس لئے وہ صبح کاذب پر ایمان رکھتے ہیں۔ صبح صادق سے پہلے اور پھر جب اذان دیتے ہیں تو ان میں بھی بے انتہا جھوٹ بولتے ہیں۔ جتنا بول سکتے ہیں۔ ان کو چودہ سو سالہ تاریخ اسلام برداشت نہیں کرتی۔ اتنا بڑا جھوٹ بولا جاتا ہے۔ ایک سرکاری آفیسر نے مجھے کہا یہ کیسے جھوٹ ہے اگر کوئی شخص یہ نعرہ لگائے کہ پاکستان نہ محمد علی جناح نے بنایا، نہ یہاں خواجہ نظام الدین وزیر اعظم رہا، نہ

لیاقت علی خان رہا، نہ ایوب خان رہا تو سچا ہوگا۔ جو شخص اذان میں کہتا ہے۔ نہ ابوبکرؓ خلیفہ۔ نہ عمرؓ خلیفہ نہ عثمانؓ خلیفہ تھے۔ اس سے زیادہ کذاب کون ہوگا اور یہ کذب اور دروغ مسلمان آبادیوں میں ان کے سامنے دن دہاڑے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا جاتا ہے۔ اور ان پر یہ دروغ مسلط کیا جاتا ہے۔ یہاں تک وہ ان کے ساتھ آشنا ہو گئے اور اب ان کے دل ودماغ میں اس جھوٹ کی نفرت بھی کم ہوگئی یہی لوگ سامنے بیٹھ کے مسلم اور کافر کو ایک سمجھتے ہیں اور جو مراعات مسلم کی ہیں وہ کفار کو دیتے ہیں۔ یہ توہین دین کی نہیں تو کیا ہے۔ توہین صرف وہ ہے کہ امریکہ کرے، برطانیہ اور جرمنی کرے وہ توہین سمجھی جائے گی یہ خود جو کرتے ہیں وہ توہین سے کچھ کم ہے ابھی ابھی آپ کے سامنے چند ہفتے پہلے مرزائیوں کے عالم کو سہولت دینے کے لئے پاسپورٹ چھ مہینے کے لئے ان کے مطابق بنادیا گیا چھ مہینے میں انکو جہاں جانا تھا جو کچھ کرنا تھا وہ پورا کام مکمل کیا۔ جب انہوں نے کہا کہ ہمارا کام ہوگیا تو انہوں نے کہا کہ چلو مولویوں ناراض نہ ہو، آج سے اسے ٹھیک کر لیتے ہیں۔ جیسے چور لوگوں کی گاڑیاں چھین لیتے ہیں اپنے کام کروا کے پھر کہیں کھڑی کرتے ہیں چلو ہمارا کام ہوگیا رہنے دو اب۔ سوال یہ ہے کہ ایسا ہتھوڑا مارا کیوں جاتا ہے۔ یہ جرأت کیسے ہوئی کہ قادیانیوں اور مرزائیوں کی حق نوازی میں اور حق شناسی میں اور ان کی وفا شعاری میں مسلمانوں کے مذہب اور ان کے شعائر اور عقائد پر ہتھوڑا مارا جاتا ہے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

خود اہلیان حکومت اور ان کے اہل کاران چیزوں میں حد درجہ غیر محتاط ہیں۔ اور ان پر دنیا کے مفاد غالب آجاتے ہیں۔ ایک سرکاری آدمی نے ایک بیان دیا تھا۔ اتفاق سے ایک سفر میں جہاز میں ملاقات ہوئی تھوڑی سی شناسائی تھی مجھے کہلوایا کہ میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا آجاؤ۔ مجھے آپ سے کام ہے۔ اخبار بھی موجود تھا۔ میں نے کہا یہ بیان آپ کا نشر ہوا ہے یہ بیان صحیح ہے اس نے کہا صحیح نہیں ہے میں نے کہا تیرا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا میرا ہے۔ لیکن صحیح نہیں ہے۔ میں نے کہا اس کی تردید کریں گے آپ کہنے لگا تردید سے نقصان پہنچ جائے گا۔ میں نے کہا غلط بات کو بھی کوئی غیرتی مسلم برداشت کرتا ہے۔

اپنے بارے میں۔ اور ان سے جو لاکھوں مسلمانوں کو دل آزاری ہوئی ہے آپ کیسے برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ دین اللہ نے ان کا محتاج نہیں بنایا۔ یہ دین کے محتاج ہیں اور رہیں گے اور جس نے دین کو جتنا نقصان پہنچایا۔ مرنے سے پہلے پہلے اللہ اس کو اسے بڑھ کر بے عزت کرے گا۔ اگر کسی نے اپنے گھر پر بدعت کی۔ بدعت کا ساتھ دیا۔ خاندان کے تیجے چہلم اور عرس میں چلا گیا۔ میلاد میں وہ بھی منتظر رہے۔ عنقریب بے عزت ہو جائے گا۔ وہ گھر بھی اس کے لئے ایک نہ ایک دن آگ ہوگا اس کو پتہ ہے۔ یہ اسلام میں پیوند کاری ہے۔ بدعت ہے۔ جن کو پتہ نہیں۔ اللہ انہیں معاف کر دے۔ اللہ انہیں ہدایت اور سمجھ دے۔ جن کو پتہ نہیں ہے ان کے سامنے ہم شرمندہ ہیں کہ ہم نے اب تک ان کو صحیح پیغام نہیں پہنچایا۔ لیکن جو جانتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں وہ مشہور زمانہ قصہ ہے۔ تاریخ میں ایک شخص گزرا ہے اس کا نام ہے منصور حلاج۔ ذاکر تھا عابد تھا۔ ولی با کرامت تھا۔ اور عجائب غرائب اسے سرزد ہوتے تھے کچھ ایسے الفاظ بھی کہنے لگا علماء نے منع کیا یہ الفاظ ٹھیک نہیں ہیں اس سے باز آ جاؤ۔ اس نے کہا باز آ نہیں سکتا۔ پھر ان الفاظ کی جو سزا ہے۔ علماء سے کہا تم　پیچھے ہٹنا نہیں۔ تمہیں پتہ چل گیا ہے کہ میرے منہ سے غلط الفاظ نکل رہے ہیں اور تم اس وجہ سے خیال کرتے ہو کہ میں تمہارے نزدیک ولی ہوں تم خدا کی دوستی سے محروم ہو جاؤ گے۔ بڑی طویل بحث ہے۔ سزا اہل علم نے تجویز کی۔ بادشاہ نے اس کا نفاذ کر لیا۔ بادشاہ بڑا ذہین تھا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن سزا میں وہ لوگ بھی شامل ہوں جو اس مقام اور مرتبے کے بزرگ اور ولی ہیں۔ یہ بزرگ اور ولی جن کو آج آپ دیکھتے ہیں۔ التجار ھم الفجار ان کے کان پر جوں تک نہیں ہلتی۔ پاکستان سارا مرزائی ہو جائے۔ پرویزی ہو جائے یا گرونانک کو مانے۔ یہ اپنی جگہ پیری مریدی کرینگے ان کا سکہ رائج وقت جاری رہے گا۔ یہ ہی ان کی بدنصیبی ہے۔ یہ امر بالمعروف نہی عن المنکر سے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں۔ اور جو ایسا نہیں ہے وہ دین کے سرتاج سرخیل ہے۔ شیخ شبلی جن کو سید الطائفہ شیخ اولیاء کہتے ہیں اس نے بھی ایسا ایک پتھر لیا۔ اور منصور کی طرف پھینکا۔ تو وہ جو اس کو لگا تو اس نے بہت تکلیف محسوس کی۔ پیچھے موڑ کر اس کو دیکھا تو انہوں نے کہا یہ کیا بات ہے تم لوگ بڑے بڑے پتھر مار رہے ہو اور میں نے چھوٹا سا

کنکر پھینکا انہوں نے کہا یہ جو پتھر مار رہے ہیں یہ نہیں جانتے۔ لیکن آپ جانتے ہوئے کنکر مارتے ہیں۔ آپ کو نہیں معاف کرونگا۔ تو جو نہیں جانتے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔ اللہ ان کے دل و دماغ میں توحید کی عظمت اور سنت کی اہمیت شرک و بدعت کی نفرت اور قباحت بٹھائے۔ لیکن جو جانتے ہیں کہ یہ دین محمدی میں پیوند ہے جعل سازی ہے اور پھر بھی وہ مشرکانہ عتبادعانہ پروگراموں کا ساتھ دیتے ہیں وہ بتائے۔ قیامت کے دن محمد ﷺ کی شفاعت کی امید کیسے کریں۔

صحابہؓ کو مسلمانوں کے لئے معیارِ ایمان بنایا گیا ہے

ایک مثال دیتا ہوں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ صحابہؓ کے بارے میں بہترین نظریہ رکھا جائے پیغمبر کے جو صحابہ ہیں۔ یہ اچھے لوگ ہیں ایمان بھی انکا اکمل تھا۔ اعمال بھی پسندیدہ تھے جو غلطی بشریہ ہو چکی ہیں دنیا کے اندر اللہ نے ان کو معاف کیا اور معافی کا اعلان کیا اولٰئک ھم المومنون حقا یہ پکے مومن ہیں لھم مغفرہ ورزق کریم ان کی مغفرت بھی ہو چکی ہے اور عزت کی روزی اللہ نے انکو دی ہے پیغمبر کے صحابہ کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے۔ جس طرح پیغمبر کا انتخاب اللہ نے کیا ہے۔ مکہ مکرمہ میں تھامہ میں حجاز کے سرزمین میں عدنان کے ایک شاخ میں جو قریش ہاشمی کہلاتا تھا۔ مطلبی گھرانہ تھا عبداللہ اور آمنہ کے گھر میں محمد رسول اللہ ﷺ کا انتخاب ہوا ہے خلاصہ در خلاصہ در خلاصہ جوہر کا جوہر نکال کر محمد عربی ﷺ کو بھیجا گیا ہے اس طرح محمد ﷺ کی محبت کے لئے اور دین کی نشر و اشاعت کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کا بھی انتخاب کیا۔

محدث عبقری نے مسند کے اندر روایت نقل کی ہے۔

اولٰئک الذین اختارھم اللہ لصحبة نبیه

یہ لوگ ہیں صحابہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی صحبت بیضاء کے لئے چنا ہے۔

یہ ہمارا عقیدہ ہے ہم مسلمانوں کا ہم صحابہ سے خوش ہیں صحابہ کرام کے ایمان بلند مقام اعلیٰ درجے اور ان پر خدا کی بہترین نعمتوں کا ہمارا عقیدہ ہے ہم کسی صحابی سے بھی کسی وجہ سے بھی نالاں نہیں ہیں ہمیں

ان سے نالاں ہونے یا ان پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور یہ صرف میرا کہنا نہیں بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عثمانؓ پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے جوابات دیئے اور ان جوابات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے ان کو معاف فرمایا ہے اور ابن عمر نے کہا خدا ان سے راضی ہے اور معاف کر دیا تم لوگ معاف نہیں کرتے مطلب یہ ہے کہ جو خدا کی رضا پر راضی نہ ہو۔ اس کی قضا کفر اور نار کے ساتھ ہوگی۔

بات غور سے سن لو ذرا! پھر یہ کہ اعتراض کرنے والے غیر تھے اور جواب دینے والا حضرت عمرؓ کا بیٹا عبداللہ بن عمرؓ ہے تو صحابہ کا دفاع کرنا یہ صحابہ کی سنت ہے۔

اور ایک مثال تو قرآن میں عجیب ہے ۶ھ افک کے موقع پر منافقین نے پیغمبر کی بیوی کے خلاف ایک سازش بنائی تہمت لگائی اس تہمت میں دو یا تین مشکل سے مسطح، حسان، حمنہ، بس دو مرد اور ایک آدھی سی عورت ٹھیک ٹھاک مسلمان ہونے کے باوجود باتوں میں آگئے اور خلاف واقعہ باتیں کرنے لگے اللہ تعالیٰ نے ان کو سورۃ نور میں تنبیہ کی ڈانٹا نہیں تمہیں معلوم نہیں کہ پیغمبر پاک ہے پاک نبی کی شان کے لائق ایک پاک بیوی ہے تم کیسے ایسی باتیں کرتے تھے جو اور لوگ کرتے تھے یہ نہیں کہتے تھے کہ **سبحانک ھذا بھتان عظیم** خدایا جیسے تیری ذات پاک ہے اسی طرح نبی کی بیوی کا دامن ان تہمتوں اور داغ دھبوں سے پاک ہے کیا مطلب ہے اس کا؟ **سبحانک ھذا بھتان عظیم** یعنی جس طرح اللہ بزرگ و برتر پر عیسائیوں نے تہمت لگائی کہ مائی مریم خدا کی بیوی ہے **ما اتخذ صاحبه ولا ولدا** اللہ نے فرمایا جھوٹ بول رہے ہیں نہ میری کوئی بیوی ہے نہ میری کوئی اولاد ہے **ان یقولون الا کذبا** نرا جھوٹ بول رہے ہیں اس طرح پیغمبر کی بیوی اور نبی کی عزت عصمت اور ناموس پر بھی ایسی بات کرنا **سبحانک ھذا بھتان عظیم** آیت نازل ہوئی بیوی کی برأت طہارت تقدس اللہ تعالیٰ نے بحال فرمایا یہ لوگ جن سے غلط باتیں ہوگئیں تھیں ان کو سزا مل گئی کوڑے وغیرہ لگ گئے اسلامی نظام میں کوئی پاک آدمی پر لیپ نہیں لگا سکتا سزا بھگتنی پڑے گی۔ یہ تو مجرموں کا نظام ہے جتنا کوئی جرم کرے اتنا وہ آزاد ہے۔ ابوبکر

صدیقؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے والد ہیں اور حضرت کے اسلام وایمان وقرآن میں پہلا مصاحب حضرت پر پہلا ایمان لانے والا۔ ابوبکرؓ کا معنی یہ ہے بکر الی الاسلام اسلام میں پہلے نمبر کا آدمی۔ ایمان میں قرآن میں۔ تو انہوں نے کہا یہ مسطح بن اثاثہ جو غریب بھی ہے میرا بھانجا بھی ہے میں سارا خرچہ دیتا ہوں اس نے میرا کوئی خیال نہیں کیا۔ یہ باتیں کر لئے آئندہ اس کو خرچہ نہیں دونگا۔ قسم کھائی۔ بیٹی پر اس کی وجہ سے تہمت لگی ہے اور کچھ جرم بھی ان سے ہوگیا جس کی سزا وارد ہوگئی لیکن ابوبکرؓ ان سے ناراض ہونے لگے تو قرآن پاک نے کہا کہ بزرگ لوگ اور توفیق والے قسمیں نہ کھائیں کہ ان کو کچھ دینگے نہیں وہ ان کو معاف کرے تو میں ان کو معاف کرونگا، الا تحبون ان یغفر اللہ لکم، عجیب بات ہے کہ صحابی پر اعتراض کرنے کا حق ابوبکرؓ کو بھی نہیں دیا تو جب ابوبکر صدیقؓ کو ایک واقعتاً اس کی بیٹی کے حق میں بے احتیاطی کرنے والے کو دیر تک اعتراض اور ناراض رہنے کا حق نہیں۔ تو کوئی کجا کہاں سے آیا۔ جو چندرھویں صدی میں صحابہ کی بھلائیں لیں اور اپنا انجام اور عقبیت جہنم کا بنائے۔ یہ مثالیں دیتا ہوں کہ ذہن میں بات بیٹھ جائے۔ ترمذی شریف میں ہے ایک جنازہ لایا گیا لوگ جمع ہوگئے حضرت تشریف لائے صفیں بن گئیں اچانک ایک آدمی آگے ہو کر حضرت سے کہا، کان یبغض عثمان، یہ جو مرا ہوا ہے یہ عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص عثمان سے بغض رکھے اس کا جنازہ نہیں ہوتا۔ آپ واپس چلے گئے۔ ویسے دفا دو چلو یہ عثمان کو گالی دیتے ہیں کبھی کہتے ان کے خلافت میں یہ ہوا ہے رشتہ داروں کو مال تقسیم کیا۔ خلافت و ملوکیت جیسے کتابوں پر تف اور پھٹکار برس رہی ہے۔ خلافت وملوکیت نہیں ہے۔ کتاب انگ المبین صحابہ پر تہمت تراشی کا ایک بوچھاڑ ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے کا جنازہ نہیں ہے۔ نبی نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا ایسے شخص کا جنازہ جو حضرت عثمان کے ساتھ بغض رکھے۔ دیکھئے ترمذی جلد ثانی مناقب عثمان بن عفان۔ وتر کی نماز تین رکعتیں لیکن افضل اور قوی بات یہ ہے دو رکعت کے بعد اللہ اکبر کہہ کر اٹھے اور ایک رکعت اور ملا لے۔ اور آئمہ فرماتے ہیں تین ہیں۔ لیکن دو رکعت کے بعد سلام پھیر سکتے ہیں پھر ایک رکعت پڑھ لے صحابہ کرام خود اس پر اعتراض کرتے تھے۔ حضرت معاویہ جس سے بعض کم عقل مورخین اور

تاریخ کے غلط کار اور دھوکہ باز غلط ناراض ہیں۔ معاویہ ؓ تو اسلام کا جرنیل ہے معاویہؓ کے بارے میں عبداللہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا، ماتقول فی معاویۃ یوتر بواحدۃ، معاویہ کے بارے میں کیا خیال ہے دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر ایک رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا، دعہ، چھوڑو، فانہ صحابی آپ رہنے دے وہ پیغمبر کا صحابی ہے صحابہ کا بھی عقیدہ ہے کہ صحابہ پر اعتراض ناجائز ہے اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ صحابہ پر اعتراض جائز نہیں ہے یہ صحابہ کا عقیدہ ہے اور صحابہ کا عقیدہ نبی سے تعلیم کردہ ہے اور نبی اللہ نے ایمان اور جنت کے اعمال کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا ہے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کو اللہ نے پیغمبر کی صحبت کے لئے منتخب فرمایا صحابہ کا ایمان بہترین انجام مضبوط پسندیدہ اعمال قرآن پاک سے ثابت ہے کس جنگ میں کون آگے ہوا پیچھے ہوا کوتاہی ہوئی یہ باتیں دوسری ہیں اس کے لئے قرآن نے کہا، ولقد عفا اللہ عنھم، ہم نے یہ کمی کوتاہی معاف کرلی ہے معافی کا اعلان قرآن میں ہے۔ تو جب کوئی شخص کسی کو معاف کرتا ہے تو دوبارہ اس جرم میں نہیں پکڑتا اور جب پکڑتا ہے تو کہتا ہے بہت بڑی سازش تھی۔ معافی کا کہہ کر اصل میں پکڑنا چاہتا تھا اللہ تعالیٰ کے ہاں سازش نہیں ہے اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے اس کی ہر ادا صنعت الوھیت کا منظر ہے اور اس کا ہر اعلان صداقت دیانت امانت شرافت اسلام کی حقانیت اور عظمت کی ادا ہے۔ اولئک ھم المومنون حقا لھم مغفرۃ و رزق کریم ،دنیا کا نظام یقیناً آزمائش کا نظام ہے۔ چھوٹا نظام گھر کا وہ بھی آزمائش ہے بیوی کے ساتھ برتاؤ حدود شرع میں ہو تو تعلق پائیدار ہوگا خوشگوار ہوگا ۔ عشق ومحبت کے رشتے کیوں ناکام ہوتے ہیں اس میں بے حیائی سرگرم ہوتی ہے۔ اور رہے اکابر بزرگ اور خاندان کے چاہنے والے رشتے پائیدار ہوتے ہیں اس میں لحاظ ہوتا ہے اس میں دینی سرحدوں کا تحفظ ہوتا ہے اور دنیا کے کسی نظام میں بھی آپ حدود اعتدال سے قدم آگے بڑھائیں یا سر کے بل گریں گے یا قدم واپس نہیں آئے گا۔ گھٹنا ٹوٹے گا۔ ہمارے پشتو کے ایک شاعر ہیں رحمان بابا وہ کہتے ہے۔

جتنا چادر ہے اتنا پاؤں پھیلاؤ		اس سے زیادہ پاؤں پھیلاؤ گے چادر پھٹ جائے گی۔

اس کو قرآن کہتا ہے۔ تلک حدود اللہ، یہ اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ سرحدیں ہیں۔ ماں کا حق اپنی جگہ بہنوں کے حقوق اپنی جگہ۔ والد کا مقام اور مرتبہ اپنی جگہ سسرال میں اور والدین میں کوئی تعارض نہیں دو رشتے علیحدہ علیحدہ ہیں وہ باپ نہیں بن سکتا یہ سسر نہیں بن سکتا، بخاری شریف میں ہے ایک شخص نے اپنے سسر کو باپ کہا تھا۔ بیوی کے باپ کو کہا تھا میرا ابا ہے۔ آج بھی ایسے جاپانی قسم کے دھوکہ باز ہوتے ہیں جب سسرال ذرا مالدار ہو۔ بس یہ کہتے ہیں یہ ہی میرے ماں باپ ہیں۔ بخاری مغازی میں ہے آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا۔ کہ جاؤ۔ اگر مل گیا دیکھنا نہیں سر جسم سے قلم کر کے لاؤ۔ میں اس لئے آیا تھا۔ کہ باپ ایک ہوئی باپ کسی کے نہیں ہوتے۔ یہ کوئی آسان بات نہیں گیلی زبان ہے چھوٹا سا ٹکڑا ہے جدھر چاہے آپ موڑتے جائیں اس کو بھی حدود میں رکھیں جو الفاظ منہ سے نکالے ہیں، الا لدیہ رقیب، میرے محافظ کتاب لکھنے والے ایجنسیاں ہیں فرشتے تیار بیٹھے ہیں۔

سب محفوظ کر رہے ہیں دوستی دشمنی رشتہ دار، محلہ داری یہ سب کے سب نعمتیں ہیں۔ یہ احسان اور شرافت کی برکات ہیں۔ لیکن اس کو شریعت کے حدود میں رکھو۔ آپ محلہ دار کے ہر بات مانتے ہیں کہ محلے والے خفا ہو جائیں گے۔ آپ یہ نہیں کہتے یہ پروگرام ناجائز ہے۔ شرک و بدعت کا پروگرام ہے میں اس میں نہیں آسکتا۔ صرف آپ کا فرض نہ آنا نہیں۔ آپ کا فرض اسے تہس نہس کرنا ہے۔ قو انفسکم و اھلیکم نار۔ اپنے جیسے آپ محلے والوں کو بھی غلط کاموں اور گناہوں سے بچانے کی کوشش کرو۔ آپ ان کاموں میں جو شریعت کے ہیں کمر بستہ رہیں۔ سب سے آگے کھڑے رہیں سب سے آگے ایک نہیں دس زور لگائیں۔ جب جنازہ ہو تو بھی اسلامی مسائل قتل ہو گئے۔ جی لوگ خفا ہیں۔ کیا کروں کہہ نہیں سکتے۔ جب شادی ہو تو بھی مسائل قتل ہو گئے۔ کیا کریں جی خوشی کا موقع ہے۔ ہم کسی کے خوشی میں کیا دخل دیں۔ کیا پیغمبر اپنے گھر کے لئے مبعوث ہوئے۔ صرف مدینے اور مکے والوں کے لئے آئے ہیں۔ آپ کل عالمین کے لئے نبی اور رسول عظمت بن کر تشریف لائے ہیں۔ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا اے لوگوں میں تم سب کے لئے خدا کا نبی بن کر آیا ہوں اور آپ ﷺ نے کتنی بڑی ترغیب دی۔

ایک ایسی قوم کی طرف علیؓ کو بھیجا۔ جن سے مسلمانوں کی جنگ ہورہی ہے۔ جنگ کا مطلب یہ ہے کہ پھانسہ نیچے یا اوپر۔ انہوں نے کہا۔ جاتے ہی ماروں۔ آپ نے فرمایا نہیں ادعوھم الی الاسلام سب سے پہلے اسلام کی دعوت دو۔ انہیں کہو کہ لا الہ الا اللہ کا یہ مطلب ہے کہ غیر اللہ سے مدد مت مانگو۔ خدا کے علاوہ اوروں کو پکارو نہیں۔ انہیں حاجت روا، اور مشکل کشا، مت سمجھو۔ اگر یہ پیغام تم نے دیا۔ اور وہ سمجھ گئے۔ تو آپ کی پہلی فتح ہے۔ جہاد کامیاب ہوا۔ اور بخاری میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا لان یھدی اللہ بک رجلا اگر آپ کی وجہ ایک آدمی کو بھی اللہ تعالیٰ نے دین کی ہدایت اور روشنی توحید کی عظمت سمجھائی خیر لک من حمر النعم یہ دنیا کے بڑے مال بڑے غنیمت بڑے سرمائے بڑی جائیداد بڑے خزانوں کے حصول سے بڑھ کر حاصل ہوگئی مسلمانوں کی دینی رہنمائی مسلمانوں کے ساتھ دینی ہمدردی مسلمانوں کے دین اور دنیا میں ان کا تعاون ہاتھ بٹانا۔ تو وہ پیغمبروں کا سنہرا مقام سونے کی جھلی اور چمکتی ہوئی ہدایات وتعلیمات ہیں۔ غلط کار لوگ بورڈوں میں لکھتے ہیں۔ بلا امتیاز مذہب۔ ہمارے ہاں تو ہندو اور سکھ کو بھی بغیر کسی وجہ کے قتل نہیں کر سکتے۔ اور جس کو تکلیف میں دیکھے اس کی مدد کرتے ہیں۔ یہ ہمارے پیغمبر کی سنت ہے ہمیں حکم دیا ہے حدیث شریف کل ہی ایک سبق میں گزرا ہے ایک جنازہ آیا یہودی کا تو حضرت ﷺ صحابہ سمیت اُٹھ گئے اور ایک طرف ہوگئے لوگوں نے کہا'' انھا جنازۃ یھودیۃ'' یہ یہودی عورت مری ہے اس کا جنازہ ہے۔ آپ نے فرمایا'' الیست بنفس منفوسۃ'' یہ وہ انسان نہیں ہوتا کیا انسانیت کے درجے میں ان کے ساتھ بھی ہمدردی کرو۔ انہیں تکلیف پہنچی ہے۔ ایسے معصوم اور کامل نبی کا امتی کسی کا بھلا کرے۔ بغیر امتیاز مذہب کے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ ہمارے مذہب کا یہ امتیاز ہے۔ کہ غیر مسلم کو بھی سوائے حرب اور لڑائی کے جب اسلام کہے اب مارو اس کے بغیر کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا امام ابوحنیفہؒ کی فقہ میں لکھا ہے کہ اگر بغیر جہاد اور جنگ کے کسی مسلمان نے مستامن اور ذمی کو مارا، وہ کافر جس نے اسلامی ملک میں پناہ لی ہے یا پاسپورٹ لے کر کے آیا ہے اور وہ مسلمان کے ہاتھ سے قتل ہوگیا چار اماموں میں امام ابوحنیفہؒ وہ مرد میدان مرد مومن ہیں وہ فرماتے ہیں یہ مسلمان اس کے مقابلے میں قتل ہوگا۔ ناحق کیا ہے

اسلامی قانون کو ٹھیس پہنچایا ہے۔ ہمارے امن کے دستاویز کو اس نے تہس نہس کیا ہے۔
مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ خود اپنے دائرہ عمل میں اسلام کی تکریم اور تعظیم کی کوشش کریں۔ مغاربہ اور ملحد امریکن اور برطانوی ان کے ساتھ تو مسلمانوں کی عالمی جنگ ہے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ ان میں جنگ کی صلاحیت نہیں رہی اور یہ اب ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے اور سر جھکانے پر مجبور ہیں۔ جو قوم بھی اپنے اللہ کے حضور غیرت اور عظمت کا سجدہ اخلاص کے ساتھ نہ کرے ان کو ایک نہ ایک دن مرنے سے پہلے پہلے تکلیف کے دن دیکھنے پڑتے ہیں۔ اللہ پورے عالم کے مسلمانوں کی مدد و نصرت فرمائے اور کفار کے غلط حملوں سے اسلامی شعائر کو محفوظ فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ماہنامہ " الاحسن " میں اشتہارات کی رعائتی قیمت سے فائدہ اٹھائیں

۱۔	سرورق انر ٹائٹل	3,000/-
۲۔	بیک ٹائٹل	2500/-
۳۔	بیک انر ٹائٹل	2000/-
۴۔	اندرونی مکمل صفحہ	1500/-
۵۔	اندرونی آدھا صفحہ	800/-

نوٹ : سالانہ معاہدہ کرنے والوں کے لئے خصوصی رعایت کی جائیگی۔

رابطہ: محمد ہمایوں مغل، 0300-2608763 . 0333 -2460275

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضامین

سواد اعظم اہلسنت والجماعت کے جن علماء اور بزرگوں نے وعدہ کر کے مضمون نہ بھیج سکے ان کا عذر وقت کی کمی اور ان کی عظیم مصروفیات کی وجہ سے قابلِ قبول ہے جن حضرات کے مضامین آچکے ہیں بعض غیر معمولی طویل تھے ان کا انتخاب کیا گیا اور ایک حسین شذرہ شائع کر دیا گیا ان کی خدمت میں ہم معذرت خواہ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار قبل النبوت

پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا اسفندیار خان صاحب

(۱) ابتدائی دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معلم اخلاق کا بچپن اپنے اندر غیر معمولی برکت رکھنے کی وجہ سے اپنے ماحول میں الگ اور ممتاز نظر آتا ہے اور اس کی جوانی، قوت، امانت اور خدمت کا اعلیٰ نمونہ ہونے کے سبب اس کی صداقت کا کھلا نشان بنتی ہے اور نبی منصب نبوت پر سرفراز ہو کر اپنے اسی اعلیٰ کردار کو دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔

نبوت کی پچھلی تاریخ میں جوانی کے دو کردار بہت مشہور ہیں، ایک کردار حضرت موسیٰ کا اور دوسرا حضرت یوسف کا حضرت یوسف کا اخلاقی کردار امانت اور خدمت میں نمایاں شہرت رکھتا ہے۔ یوسف ایک صاحب جمال نوجوان ہیں اور ایک صاحب جمال مصری خاتون (زلیخا) کے گھر میں ایک غلام کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں اور اس عورت کے ممنون احسان ہیں مگر جب وہ عورت اپنے اس پروردہ غلام کو دعوت عیش دیتی ہے تو حضرت یوسف معاذ اللہ کہہ کر وہاں سے بھاگ پڑتے ہیں۔ پھر اس کے نتیجے میں جیل خانہ کی مشقت کا دور آجاتا ہے۔ حضرت یوسف جیل خانہ میں نہایت صبر و استقلال کے ساتھ قیدیوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان میں دعوت حق پھیلاتے ہیں۔ یہ امانت، شرافت، اور خدمت کا اعلیٰ کردار ہے۔

دوسرا اخلاقی کردار جسے قرآن کریم نے نمایاں کر کے پیش کیا ہے حضرت موسیٰ کا ہے یہ قوت، امانت

اور خدمت کی تینوں صفتوں کا اعلیٰ نمونہ ہے حضرت موسیٰ جس بادشاہ کی گود میں پلے ہیں اس بادشاہ کے مظالم اپنی قوم کے اوپر دیکھ کر بے تاب ہوجاتے ہیں اور ایک موقع پر ایک قبطی کو طمانچہ مار کر بے جان کر دیتے ہیں۔ یہ قوت اور جوش وجلال تھا پھر اس جوش حق کی پاداش میں وطن سے نکالے جاتے ہیں اور حضرت شعیبؑ کے گھرانے کی خدمت کرتے ہیں۔ شعیبؑ کی بیٹی مصری نوجوان کو کنویں پر پانی پلاتا دیکھ کر باپ سے کہتی ہیں۔ ان خیر من استا جرت القوی الامین(۸)

''اے اباجی ! بلاشبہ اچھا ملازم وہ ہے جو طاقتور اور امانتدار ہو۔''

یہ نوجوان شعیبؑ کے گھر کی خدمت انجام دینے پر مقرر ہوجاتا ہے اور اس طرح پیغمبر کی تربیت میں رہ کر اپنے اخلاق کردار کو پختہ کرتا ہے۔

اب نوجوان قریشی ہاشمی کو دیکھو! یہ کس ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے؟ ایک تاریک ماحول ہے، چوری، شراب، اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے، قومی شاعر اپنی بہنوں سے عشق بازی کرتے ہیں اور اس پر شاعری کرتے ہیں۔ بیٹا اپنی سوتیلی بیوہ ماں سے شادی کرتا ہے۔ اس گندے معاشرے میں یہ ہاشمی نوجوان طاقت اور حسن وجمال کا پیکر ہے اور تہذیب وشائستگی کا پتلا ہے۔ اس کا دل، اس کی نگاہ اور اس کے جذبات بے داغ ہیں۔ اس کا بہترین مشغلہ خلق خدا کی خدمت اور تلاش حق ہے۔

حضرت یوسفؑ کی شرافت اور حضرت موسیٰ کا جلال اس کے اعلیٰ اخلاق کردار پر قربان ہے۔ قوم اسے ''الامین کہہ کر پکارنے لگتی ہے اور اس کے اعلیٰ اخلاق کردار کو خراج تحسین پیش کرتی ہے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دورِ شباب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکی

اس ہاشمی نوجوان نے جوانی میں نفسانی خواہش پر ضبط اور کنٹرول کی جو مثال قائم کی وہ حضرت یوسفؑ کی پاکبازی سے بہت زیادہ حیرت انگیز ہے۔ ۲۵ سال کی عمر تک کا زمانہ جوانی کی رنگین امنگوں اور

حسین ولولوں کا زمانہ ہوتا ہے یہ سارا دور اس جوان نے مجرد رہ کر گذارا اور اخلاق کریکٹر اس قدر پاکیزہ رکھا کہ کسی دشمن کو انگلی رکھنے کا موقع نہ ملا۔ ابوجہل اور اسکی پارٹی نے سخت سے سخت مخالفت کی۔ دیوانگی، جنون اور کہانت کے بے بنیاد الزامات لگائے مگر اس صاف ستھرے نوجوان کے اخلاق پر طعنہ کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چال چلن پر اگر یہ مخالف ذرا سا داغ پالیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شخصی وقار کو گرانے کیلئے میل کا بیل اور تنکے کا شہتیر بنا دیتے لیکن جہاں اس کی جوانی چاند سورج سے زیادہ روشن پھولوں سے زیادہ پاکیزہ اور معطر تھی وہاں دشمن زبان کھولتے تو کس طرح۔

۲۵ سال اس طرح پاکبازی کے ساتھ گذرا کر اس نوجوان کا نکاح کسی دوشیزہ لڑکی سے نہیں بلکہ ایک بیوہ عورت (خدیجہ الکبریٰ) سے نکاح ہوتا ہے جس کی عمر چالیس سال ہے۔ ہاں اس خاتون کا مقام عرب کے گندے ماحول میں نہایت بلند ہے، قوم اس بیوہ کو "طاہرہ" کے لقب سے پکارتی ہے۔

حضرت خدیجہ کبریٰؓ کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ۲۸ سال گذارے نبوت سے پہلے ۱۵ سال میں زیادہ وقت تجارت، خدمت خلق اور علیحدگی میں تلاش خدا میں صرف کیا اور ۱۳ سال نبوت کے بعد تبلیغ و دعوت کی بے پناہ سختیوں میں بسر ہوئے۔

یہ سارا دور نہایت محبت اور خوش گواری سے گذرا۔ ایک دن کل کل اور بدمزگی نہ ہوئی۔ شکوہ و شکایت کی جگہ صبر و شکر اور باہمی تعاون قائم رہا۔

حضرت خدیجہؓ کے انتخاب کی وجہ

خدیجہ کبریٰؓ عرب کی کامیاب سوداگر خاتون تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تجارت میں شریک کر کے اور تجارتی قافلوں میں بھیج کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کردار کا قریب سے تجربہ کر چکی تھیں اس لیے خود فرماتی ہیں۔ انی رغبت فیل لحسن خلقک و صدق حدیثک

"میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ اخلاق اور زبانی کی سچائی کی وجہ سے منتخب کیا ہے۔"

خدیجہ کبریٰؓ ایک مال دار خاتون تھیں اور قریش کے بڑے بڑے لوگ ان کے ساتھ شادی کرنے

کے خواہش مند تھے، لیکن حضرت خدیجہؓ نے تمام پیغامات کو ٹھکرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کیا۔ خدیجہ کبریٰؓ کے رشتہ دار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غربت کے سبب اس رشتہ کو اچھا نہیں سمجھ رہے تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کو اس بات کا علم تھا چنانچہ آپ نے اپنے بھتیجے کی طرف سے خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاندار مستقبل کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

'میرا یہ بھتیجا محمد اس شان کا نوجوان ہے کہ جس شخص سے بھی اس کا مقابلہ شرافت، عقل مندی اور بزرگی میں کیا جائے تو یہ اس سے بڑھ جائے گا، مگر مال و دولت ڈھلنے والا سایہ ہے اور یہ بدلنے والی چیز ہے اور یہ نوجوان خدا کی قسم! اس کا مستقبل عظیم ہوگا اور اس کی بات اونچی رہے گی۔"

دانش مندی کا ایک واقعہ:

بیت اللہ میں حجر اسود نصب کرنے کا واقعہ مشہور ہے۔ قریش کعبہ کی از سر نو تعمیر سے فارغ ہو کر اس کی دیوار میں حجر اسود لگانے پر آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت ہمارے حصے میں آئے۔ بات اتنی بڑھی کہ تلواریں نکل آئیں۔ خون سے بھرے پیالوں میں انگلیاں ڈبو کر قسمیں کھائی جانے لگیں۔ اور اسی جھگڑے میں چار دن لگ گئے۔ پانچویں دن قریش کے بوڑھے سردار ابو امیہ نے یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص صبح کو سب سے پہلے کعبہ میں آجائے اسی کو اس جھگڑے میں ثالث بنا لیا جائے۔ سب نے اس سے اتفاق کر لیا۔ صبح کو ہر شخص سب سے پہلے پہنچنے کے ارادہ سے جلدی جلدی گھر سے نکلا لیکن حرم میں داخل ہو کر سب نے یہ دیکھا کہ عرب کا وہ جواں سال و جواں بخت نوجوان کعبہ میں سب سے پہلے موجود ہے۔ قرارداد کے مطابق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاکم بنا دیے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو حجر اسود لگانے کا تنہا اپنے لیے فیصلہ کر سکتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سعادت میں سب کو شریک کرنے کیلئے ایک تجویز پیش کی اور فرمایا، جو جو قبیلے اپنے آپ کو اس شرف کو حقدار سمجھتے ہیں وہ اپنا ایک ایک نمائندہ چن کر مجھے دیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک بچھائی اور اس پر حجر اسود رکھ دیا اور ان نمائندوں سے کہا کہ اس چادر کو سب مل کر اٹھائیں اور دیوار کعبہ کے پاس رکھ دیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے

حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔

اس واقعہ سے اس نوجوان کی صلح پسندی اور دانش مندی کی دھاگ بیٹھ گئی اور سرداران قوم کے سر اس کی اخلاقی عظمت کے سامنے جھک گئے۔

حضرت خدیجہؓ کا آنحضرت ﷺ کو خراج عقیدت

آنحضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی کا یہ مختصر خاکہ ہے جو شرافت، امانت اور خدمت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اسی اخلاقی کردار کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے وحی الٰہی کی پہلی آمد کے موقع پر حضرت خدیجہ کبریٰؓ نے فرمایا تھا:

واللہ مایخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم و تحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق(بخاری ج ۱ ص ۳)

”خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بیروزگار کو کمانے کے قابل کرتے ہیں مہمانوں کی خاطر کرتے ہیں اور لوگوں کی جائز مصیبت میں ان کی مدد کرتے ہیں۔“

انوارِ سیرت

جانشین حافظ الحدیث حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی

بلغ العلےٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

کہاں میں اور کہاں یہ نگہت گل

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے نام نامی کو اپنے نام کے ساتھ جمع فرمایا

گر ہزار بار بشویم دھن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

ظہور قدسی

۱۔	رؤف الرحیم	۲۔	سراجا منیرا	۳۔	خطیب الانبیاء
۴۔	اعلم الانبیاء	۵۔	ازہد الانبیاء	۶۔	احلم الانبیاء
۷۔	اتقی الانبیاء	۸۔	اشرف الانبیاء	۹۔	النبی الامی
۱۰۔	الصادق المصدوق	۱۱۔	طیب وطاہر	۱۲۔	طٰہٰ و یٰسٓ
۱۳۔	شاھد ومشھود	۱۴۔	بشیرا ونذیرا	۱۵۔	داعیا الی اللہ
۱۶۔	حبیب اللہ	۱۷۔	سید الرسل	۱۸۔	ساقی کوثر
۱۹۔	شافع محشر	۲۰۔	شفیع المذنبین	۲۱۔	راحۃ العاشقین
۲۲۔	رحمۃ العالمین	۲۳۔	خاتم النبیین	۲۴۔	شمس الضحیٰ
۲۵۔	بدر الدجیٰ	۲۶۔	خیر الوریٰ	۲۷۔	محمد مصطفیٰ ﷺ

۲۸۔ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۹ ربیع الاول سن عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل سن ۵۷۱ء بروز پیر صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے

بطن آمنہ سے ہویدا دعاءِ خلیل و نویدِ مسیحا

طاہر و مطہر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جن سے دونوں جگ اجیارے) جب دنیا میں تشریف لائے تو نہایت پاک وصاف اور جسم اطہر نور علےٰ نور تھا آپ خلقتاً مختون تھے۔

ساتویں دن آپ کے دادا عبدالمطلب نے عقیقہ کیا اور تمام قریش والوں کو دعوت دی سب نے آپ کو مبارکباد دی۔

اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا اور والدہ ماجدہ کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام القا کیا تو انہوں نے آپ کا اسم مبارک محمد رکھا۔

''تشریح اسم مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔''

محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبالغہ کا صیغہ ہے سب سے زیادہ تعریف کیا جانے والا۔ دنیا میں جتنی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گئی اور کی جاتی رہے گی اتنی اور کسی کی تعریف نہ کی گئی اور نہ کی جائے گی۔ خود پروردگار عالم نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرما کر آپ کی ذات اقدس کو سراجاً منیرا بنا دیا۔

حضرت حسان ؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

وشق له من اسم ليجله فذو العرش محمود و هذا محمدٌ

اور اللہ رب العزت نے اپنے نام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو نکالا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری ہو۔ پس عرش والا محمود ہے اور آپ محمدؐ ہیں۔

اور حضرت حسانؓ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

وضم الاله اسم النبی مع اسمه اذا قال الموذن فی الخمس اشهد

پروردگار عالم نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا دیا۔ جب موذن پانچ مرتبہ اذان میں

اشھد ان لا الہ الا اللہ کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ کہتا ہے۔

کلمہ طیبہ میں اپنے نام سے آپ کا نام ملا دیا۔ جب تک لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ نہ کہا جائے اس وقت تک نہ کوئی مسلمان ہو سکتا ہے نہ نجات ہو سکتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ذاتی نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ جتنی اللہ تعالیٰ کی تعریف آپ نے کی اتنی اور کسی نے نہیں کی۔

آپ کے ان دونوں اسماء مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت آپ کی امت کو حمادون کا لقب دیا گیا۔ آپ قیامت کے دن مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے۔ اور آپ کے ہاتھ میں لواء حمد ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتب سے افضل و اعلے کلام اللہ قرآن مجید کی پہلی سورت کی ابتداء بھی الحمد سے فرمائی اور قیامت تک آنے والی امت کو کلمہ شکر بھی الحمد للہ نصیب فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن سب نبی اپنی اپنی امتوں کو لے کر میرے پاس آئیں گے میں اس وقت دربار الٰہی میں سر بسجود ہوں گا تو اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے اپنی حمد کے نئے طریقے بتلائیں گے جن کو میں اب نہیں جانتا میں اس بتائے گئے طریقے سے حمد کرونگا تو سب کیلئے شفاعت کے دروازے کھل جائیں گے۔ آپ تمام جہانوں کے پہلوں اور پچھلوں میں "محمد" کیوں نہ ہوتے۔ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو برگزیدہ بنایا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ بنایا اور مجھے بنو ہاشم سے بنایا جو قریش میں سب سے زیادہ سخی قبیلہ سب سے زیادہ مہمان نواز، سب سے زیادہ بااخلاق اور باعزت قبیلہ تھا دوسری روایت ترمذی شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا فرمائی اور ان کی شاخیں بنائیں اور مجھے بہترین شاخ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا، پھر گھر بنائے اور مجھے بہترین گھرانے میں پیدا فرمایا لہذا میں ان سب سے بہترین ذات اور بہترین گھرانے کا ہوں آپ کو نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا پیارا ہے کہ جب انسان اسکو زبان پر لاتا ہے تو دونوں ہونٹ خود بخود اسے بوسے دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اغیار کی نظر میں

حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن

آقائے نامدار، تاجدار مدینہ، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات، اخلاق وعادات، شرافت و نجابت، صورت وسیرت اور ظاہر وباطن کا اعتراف نہ صرف اپنوں نے کیا بلکہ غیروں کی زبان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں حرکت کئے بغیر نہ رہ سکی۔ چنانچہ بے شمار دشمنان اسلام جن کی نشوونما، ساخت و پرداخت ہی اسلام دشمنی میں ہوئی اور جن کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا بلکہ زندگی کا پل پل اسلام کے روشن چہرے کو داغدار کرنے میں گزرا مگر وہ بھی حقیقت کا اعتراف کئے بغیر رہ نہ سکے۔ حالانکہ نہ تو انہیں اس پر مجبور کیا گیا اور نہ ہی دولت وثروت کی چمک دمک سے راغب کر کے انہیں اس طرف مائل کیا گیا کہ وہ اسلام دشمنی کے زہر میں بجھے ہوئے اپنے قلم سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کا اعتراف کریں، بلکہ انکی عقلوں نے خود انہیں سمجھایا کہ اعتراف حقیقت ہی دانش مندی کی سب سے بڑی علامت ہے، چنانچہ "حکیم پنڈت کرشن کنور دست شرما" نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

"شعاع نور، مظہر اتم، منارۂ ہدایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جمال کبریائی کی وہ شعاع رنگ ونور جو ایک پیکر انسانی میں جلوہ گر ہو کر "ظلمت کدۂ جہاں" کو "رشک صد جہاں" بنانے آئی تھی اور بنا گئی محمد

(ﷺ) انسانیت کا وہ مظہر اتم ہیں جن کی انسانیت کے سامنے فرشتوں کی گردنیں جھک گئیں، محمد (ﷺ) وہ نابغہ روزگار ہستی ہے جس کے مافوق الفطرت کمالات کو سمجھنے سے عقل انسانی باوجود اپنی بلند پروازیوں کے یکسر قاصر ہے، وہ ایسے عظیم الشان اور بلند مرتبہ انسان تھے جن کا طرز عمل پوری دنیا کی زندگی کے ہر شعبہ میں تقلید کا ہر ایک بہترین اور افضل ترین نمونہ بن گیا، ان کی شخصیت مینارۂ شرافت و ہدایات اور ایسی سراج صداقت و حقانیت تھی جس کی ضیا پاشیاں ہر زمانہ میں گم گشتگان راہ ہدایت کیلئے صراط مستقیم کا پیام ثابت ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔"

(نقوش رسول نمبر ۴۸۰/۱۴)

مسٹر تھامس کارلائل سرکار دوعالم ﷺ کے بلند پایہ اخلاق، پاکیزہ خیالات اور آپ ﷺ کی مقبولیت ومحبوبیت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"ان کے (یعنی محمد ﷺ کے) خیالات نہایت پاکیزہ اور اخلاق نہایت اعلیٰ تھے، وہ ایک سرگرم اور پُرجوش ریفارمر تھے، جن کو خدا نے گمراہیوں کی ہدایت کے لیے مقرر کیا تھا، ایسے شخص کا کلام خدائی آواز ہے، محمد (ﷺ) نے انتھک کوششوں کے ذریعہ حق کی اشاعت کی، دنیا کے ہر حصے میں ان کے متبعین بکثرت موجود ہیں اور اس میں شک نہیں کہ محمد (ﷺ) کی صداقت رنگ لائی۔" (المنہاج الواضح)

کون نہیں جانتا کہ سرکار دوعالم ﷺ کی بعثت سے قبل عربوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی، صدیوں سے خالق ومخلوق کا رشتہ ٹوٹا ہوا تھا، ظلم و بربریت، سفاکی و بہیمیت، اخلاق وانتشار، بدامنی وانارکی اور بے حیائی و بدچلنی عام تھی، تہذیب وثقافت کے نام پر اس دور کے قہرمانوں نے اسے سند جواز دے رکھی تھی، ناخواندگی اور جہل اس دور کا طرۂ امتیاز تھا، خود فراموشی اور خدا بے زاری کی ہر طرف سے فضا قائم تھی، انسان کی جان لینا سرے سے کوئی اخلاقی جرم ہی نہ تھا اور نہ ہی قتل اتفاق وقتل عمد کے درمیان کوئی فرق کیا جاتا تھا، قتل کا انتقام نہ لینا باعث توہین تھا، شہوت پرستی و بے عصمتی کی گرم بازاری تھی، ایسے پراگندہ ماحول میں آپ ﷺ کی بعثت ہوئی، آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور جہد واخلاص کیساتھ دین وشریعت کی

ترسیل واشاعت نے زمانے کا رخ موڑ دیا۔ ۲۳ سال کی قلیل مدت میں ایسا روحانی انقلاب برپا ہوا کہ کل تک جو رہزن تھے وہ آج اچھے راہ رو ہی نہیں بلکہ بہترین رہبر بن گئے کل تک جن کی زندگی فسق وفجور کی نذر تھی وہ اتنے مقدس اور بلند مرتبے پر فائز ہو گئے کہ صداقت و پاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف حاصل ہونے لگا، جو مردہ تھے وہ زندہ ہی نہیں بلکہ دوسروں کو زندگی دینے والے بن گئے جو مشرک تھے موحد بن گئے ، جو ناخواندہ اور جاہل تھے عالم اور علم کے مبلغ قرار پائے ، جو پتھروں ، سانپوں ، بچھوؤں ، بھڑوں اور بھیڑیوں سے ڈر کر انہیں خدائی کا رتبہ دیتے تھے عظیم سپہ سالار بن کر ملکوں اور قوم کے فاتح بن کر سامنے آئے اور دنیا کی سپر طاقتوں سے ٹکرا کر انہیں زیر کر دیا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

(اکبر الٰہ آبادی)

اس روحانی انقلاب کا اقرار نہ صرف یہ کہ اسلام کے ماننے والوں نے کیا بلکہ یہ شہادت دشمن اسلام ریمنڈ ہیروگ اور اشتراکی مصنف کو بھی دینی پڑی۔ ریمنڈ لیروگ نے آپ ﷺ کی ''عظیم انقلابی شخصیت'' کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

''نبی عربی (ﷺ) اس معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی ہیں جس کی نظیر اس سے قبل دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی ، انہوں نے ایک ایسی حکومت کی بنیاد ڈالی جسے تمام کرۂ ارض پر پھیلنا تھا اور جس میں سوائے عدل اور احسان کے اور کسی قانون کو رائج نہیں ہونا تھا، آپ ﷺ کی تعلیم مساوات، باہمی تعاون اور عالمگیر اخوت پر تھی۔'' (نقوش ۴/۴۸۳)

اشتراکی مصنف کہتا ہے:

''ریگستان عرب سے جذبہ دین سے سرشار ہو کر نکلنے والی خانہ بدوش چند جماعتوں نے قدیم کی

دو عظیم طاقتوں کو جس غیر معمولی تیزی سے فتح کیا اس پر ہر آدمی غور کرتا ہے تو اس کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ محمد ﷺ کی بعثت پر ابھی پچاس سال بھی نہیں گزرے تھے کہ ان کے متبعین نے ایک طرف ہندوستان کی سرحد پر اور دوسری طرف بحر اٹلانٹک کے ساحل پر فتح کا پرچم بلند کر دیا۔" (الی الاسلام من جدید:۳۶)

برناڈ شا!..... سرکار دو عالم ﷺ کی شخصیت، آپ کی اسلامی تعلیمات، آپ کی بے پناہ خداداد صلاحیت کا معترف اور آپ ﷺ کا شیدائی تھا، چنانچہ اس نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے:

"میری خواہش ہے اور میں اسے واجب سمجھتا ہوں کہ محمد ﷺ "انسانیت کے نجات دہندہ" کی حیثیت سے دیکھوں اور میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ محمد ﷺ جیسی شخصیت کو اگر آج کے عالم جدید کی عنان حکومت دیدی جائے تو دنیا اپنی مشکلات کا حل تلاش کرنے میں کامیاب و بامراد ہو جائے اور اس کے اندر امن و سلامتی کی لہر دوڑ جائے کاش دنیا اس جیسے مصلح کی ضرورت محسوس کرتی۔" (نقوش ۱۴/ ۵۵)

مہاتما ستیہ وہاری! پیشوائے دین اسلام محمد ﷺ کی زندگی دنیا کے بے شمار قیمتی اسباق پڑھاتی ہے۔ آپ ﷺ کا ہر عمل اور آپ کی زندگی کا ہر پہلو دنیا کے لیے ایک بہترین سبق ہے۔ بشرطیکہ کوئی دیکھنے والی آنکھ، سوچنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل رکھتا ہو۔

"میں دنیا کے مذاہب کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، میں نے اسلام کا بھی مطالعہ کیا ہے، بانی اسلام نے اعلیٰ اخلاق کی پاکیزہ تعلیم دی ہے، انہوں نے انسان کو سچائی کا راستہ دکھایا اور برابری کی تعلیم دی ہے، میں نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھا ہے، اس میں مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے مفید باتیں اور ہدایتیں ہیں۔" (نقوش رسول نمبر ۴/ ۲۸۱)

سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم گوشہ

مفتی احتشام الحق آسیا آبادی

جامعہ رشیدیہ آسیا آباد تربت۔ مکران

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

یوں تو سیرت خاتم الانبیاء، صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر مقالات ومضامین کی کچھ کمی نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کرۂ ارض پر کوئی ایسا دن نہیں گزرتا جس میں کوئی کتاب ومقالہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اس کے متعلقات پر شائع نہ ہوتا ہو، شاید کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں آپ کا ذکر مبارک کسی نہ کسی فرد بشر کا ورد زبان نہ ہو اور کیوں نہ ہو ورفعنالک ذکرک کا وعدہ خداوندی، ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے، اس بے پایاں اور انمٹ ذخیرہ کے ہوتے ہوئے اس موضوع پر مزید خامہ فرسائی کی ضرورت تو نہ تھی لیکن

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد

میں اپنے مقالہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف تو نہیں کرسکتا بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ذکر سے اپنے مقالہ کو مزین کرتا ہوں۔

سیرت کا ایک اہم پہلو

پھر بھی اس مختصر مضمون میں بجائے اس کے کہ تاریخی حیثیت سے سیرتِ طیبہ پر روشنی ڈال لوں، مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کے نظریاتی پہلوؤں میں سے ایک ایسے پہلو پر طائرانہ نظر دوڑاتا چلوں، جس میں آجکل

انتہائی غفلت برتی جارہی ہے، اور وہ ہے "قومیت کا عفریت اور وطنیت کا بت"

انسانیت کی راہ میں سنگِ گراں

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

ألا کل شیئ من امر الجاھلیة تحت قدمی موضوع: (صحیح مسلم وابوداؤد) ہاں! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے (روندے ہوئے) ہیں۔ انسانیت کی تکمیل کے منزل کی راہ میں سب سے بڑا سنگِ گراں اگر کوئی ہوسکتا تھا تو یہی امتیاز مراتب اور قومیت و وطنیت کے مرہوم بت، جنھیں مختلف قوموں اور مختلف مذاہب وممالک نے مختلف صورتوں میں قائم کر رکھا تھا، سلاطین ظلِ یزدانی تھے، شرفاء اپنے کو ایک الگ مخلوق سمجھتے تھے، اسلام آیا تو دفعۃً یہ ساری بندشیں ٹوٹ گئیں، ان سارے بتوں کے سر قلم کردیے گئے۔ ارشاد ہوا: **ایھا الناس! الا ن ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لاحمر علیٰ اسودٍ ولا لاسود علیٰ احمر الا بالتقویٰ:** (مسند احمد)

لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارا باپ ایک ہے، خبردار کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت وبرتری نہیں مگر تقویٰ اور پرہیزگاری کے سبب ہے۔

ہجرت کے موقع پر وطن پرستی کی حوصلہ شکنی

دور جانے کی ضرورت نہیں، ہجرت کے موقع پر مہاجر وانصار کے مواخاۃ (بھائی چارہ) ہی کو لیجیے، مہاجرین جو اپنے اہل وعیال، خویش واقارب، اور گھربار کو چھوڑ کر اسلام کی خاطر مدینہ منورہ کو ہجرت کرکے آتے ہیں تو مدینہ منورہ کے انصار کے ساتھ ان کے بھائی بندی کی وہ مثال قائم کردی جاتی ہے، جو نبی رحمت کے ہاتھوں ہی سے ہوسکتی ہے، وطن اور اہل وعیال کو مفارقت الفت سے بدل کر سارے غم غلط ہوجاتے ہیں، ضعیف کو قوی سے طاقت مل جاتی ہے، کمزور کو طاقت ور کا سہارا مل جاتا ہے، ادنیٰ کو اعلیٰ کے منافع سے استفادہ کا موقع مل جاتا ہے۔ الغرض رحمۃ للعالمین کے ہاتھوں بھائی بندی کی اعلیٰ مثال قائم ہوجاتی ہے،

مہاجرین وانصار کے منتشر دانے تسبیح کے دھاگے سے پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ایک لڑی سے منسلک ہو جاتے ہیں جہاں تشتت وتفرق کا کوئی نام ونشان تک باقی نہیں رہتا، جب تک اہل اسلام کے دل زمانہ جاہلیت کے تفاخر اور مباہات کے مادۂ فاسدہ سے پاک رہے اس وقت تک رشتہ اخوت ومساوات سے ان کا استیصال نہیں ہو سکا۔

بھائی چارہ سے کٹ کر انسانیت تباہی کے گڑھے میں

لیکن جب ہم نے اپنے رشتہ کو اس مقدس لڑی سے توڑا اور قبلہ مہاجرین وانصار کے فرمودات سے منہ موڑا اور ہمارا قلب بجائے مسکنت، تواضع وانکساری کے تعلّی وتفاخر قومیت ووطنیت کے بتوں سے جڑ گیا تو اسی روز سے مسلمان بحیثیت ایک حاکم وفرمانروا کے صفحہ ہستی سے مٹتا چلا گیا۔ آج پھر خادم ومخدوم غلام ومولیٰ، سندھی وہندی اور بلوچ وپنجابی کے درآمد شدہ امتیازات کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، محمود ایاز کو ایک ہی صف میں لانے کی ضرورت ہے، اگر کوئی امتیاز قائم رکھنا ہے تو وہ ایک ہی ہو سکتا ہے یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری کا شرف، ارشاد ربانی ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم: تحقیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی وپرہیزگار ہو۔

کلمہ طیبہ قومیت اور وطنیت پر ایک ضرب کاری

غور کرنے کا مقام ہے، اسلام کے بنیادی کلمہ ہی کو دیکھئے اور غور سے دیکھئے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ، جس کی مشق کسی جنگل یا پہاڑ کو کھوہ میں نہیں، بلکہ تلواروں کی چھاؤں میں کرائی گئی، اس کی سب سے پہلی وار قومیت اور وطنیت کے اصنام کی گردن پر ہوگی، وہ عرب جنکو اپنی بڑائی پر اس قدر ناز تھا کہ اپنے سامنے وہ پورے عالم کی انسانوں کو عجم (گونگا) کہنے لگے، جن کے قصر تخیل میں کسی خدا کے خدائی کی بھی گنجائش نہ تھی، جب ان کو توحید کا نشہ پلایا گیا، تو ان کے اندر کسی وطن وقومیت کی بڑائی کا تصور کیا آتا خود اپنی ذات کو اس کے سامنے ہیچ سمجھتے تھے۔

باپ بیٹے کے مقابلے میں

یہی توحید کا نشہ تھا جو انہیں اپنے لختِ جگر سے نبرد آزما ہونے پر مجبور کرتا تھا، کیا ابوبکر صدیقؓ اوران کے بیٹے کا واقعہ بھول گئے، ابھی غزوۂ بدر واحد اور خندق وحنین کے مناظر ذہنوں سے اوجھل نہیں، جہاں توحید کے پروانوں نے قومیت و وطنیت کے بت کو فاش فاش کردیا، کہیں بیٹا باپ کے مقابلے میں آگیا تو دوسری طرف باپ اپنے جگر گوشہ کو اسلام کا دشمن سمجھکر تیروں کا نشانہ بناتا رہا ایک طرف بھائی بھائی کو اسلام کے مقابلے میں دیکھ کر گردن زدنی سمجھ رہا ہے، تو دوسری طرف باپ بیٹے اور بھائی کے قاتلوں کو اپنے پہلو میں لیے اس کی حفاظت میں اپنی جان دینے کو تیار ہے کیوں؟ اس لیے کہ وہ اس کلمہ کو پڑھ کر اپنے ساتھ ہو لیا ہے۔ جو انسان کو یک جان دو قالب بنانے کا نسخۂ اکسیر ہے۔ اشهد ان لا الہ الا اللہ واشهد ان محمد عبده ورسوله

تحویلِ قبلہ قومیت و وطنیت کی نگاہ سے

مدینہ منورہ میں جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں تو سترہ مہینوں تک مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس مقرر ہوتا ہے۔ اس کے بعد پھر بیت اللہ شریف کو قبلہ مقرر کردیا جاتا ہے لیکن کیوں۔ یہ بار بار قبلہ کی تبدیلی ہوتی رہی؟ خود خالق کائنات کی زبانی سنئے، ارشاد فرماتے ہیں: وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیه وان کانت لکبیرة الا علی الذین هدی الله (البقرہ۔ ۱۴۳) پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے اس کو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے، یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت مگر ان لوگوں کیلیے کچھ بھی سخت نہ تھا جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ مقصد یہ دیکھنا تھا کہ کون ہے جو جاہلیت کے تعصبات اور خاک وخون کی غلامی میں پھنسا رہے گا اور کون ہے جو ان تمام بندشوں سے آزاد ہو کر حقائق اسلامیہ کی صحیح ادراک سے کام لے گا۔

جب اسلام کی روشنی آئی تو ایک طرف اہل عرب اپنے نسلی اور وطنی فخر میں مبتلا تھے اور اپنے عرب کے کعبے کو

چھوڑ کر دوسرے کعبہ کو ماننے کے لیے تیار نہ تھا تو دوسری طرف نبی اسرائیل خاندانِ نبوت سے اپنے سلسلے کو جڑتا ہوا نہ دیکھ کر عرب کے کعبے کو اپنے قوم پرستی کے بت پر ضرب کاری سمجھتے تھے، جو ان کیلئے ناقابلِ برداشت تھا، ظاہر ہے کہ جن دلوں میں قومیت کا یہ بت اس قدر جگہ کر گیا ہو، وہ ایک مصلحِ اعظم خدا کے سچے رسول کی تعلیما پر کیسے لبیک کہہ سکتا ہے۔

قومیت کے نہیں، اللہ کے پجاری

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان وطنیت و قومیت کے پجاریوں کو سچے حق پرستوں سے الگ چھانٹ دینے کے لیے پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کر کے عربیت کے بت کو بیخ سے نکال باہر کیا اور پھر کعبہ کو قبلہ مقرر کر کے اسرائیلیت کے بت کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا اس طرح سے جو عربیت یا اسرائیلیت کے پجاری تھے وہ الگ ہو گئے اور اللہ کے سچے رسول کے ساتھ قومیت کے پجاری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سچے پرستار باقی رہ گئے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کی نظر میں وطنیت کا بت

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ فرماتے ہیں:

لوگ سمجھے کہ صرف قبلہ مقرر ہوا لیکن یہ کسی نے نہیں دیکھا کہ ''وطنیت'' کا جو بت عرب میں صدیوں سے پاجا جاتا تھا اور اس زور و شور سے پاجا جاتا تھا کہ اس کا پجاری اپنے سوا سب کو عجم اور گونگا سمجھتا تھا، دیکھو کہ صرف ایک ایسی مخفی ضرب نے اس بت کو پاش پاش کر دیا جب قرآن میں ہے کہ ابتداء عربوں پر یہ ''غیر ملکی'' قبلہ گران گزرا تو یہی غور کرنا تھا کہ کیوں گران گزرا؟ لیکن اب تو گرانیوں کے برداشت کا انہوں نے عہد کیا تھا، جھجکے مگر اسی کے ساتھ ہی آگے بھی بڑھ گئے، اور جو لاد ا گیا لاد لیا، سترہ مہینے تک اس وطنیت شکنی کی مشق نے جب ان کے لیے عرب اور غیر عرب کو ایک بنا دیا تو اس سے بھی عجیب اور عجیب تر تماشا پیش ہوتا ہے۔

بیت المقدس کو قبلہ بنا کر عرب کے باشندے عرب سے الگ کیے گئے۔ لیکن اب عرب نہیں بلکہ خدا کی

ساری زمین سے یہ عرب اور غیر عرب کا قصہ ہی ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جاتا ہے۔ (النبی الخاتم ص ۹۰)

وطنیت اور قومیت پر مفتی محمد شفیعؒ کا ایمان افروز تجزیہ

حضرت مفتی اعظم پاکستان استاذ مہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن میں رقمطراز ہیں: اجتماعی نظام کا سب سے بڑا بنیادی اصول افراد کثیرہ کی وحدت اور یک جہتی ہے یہ وحدت جتنی زیادہ قوی سے قوی ہوگی اتنا ہی اجتماعی نظام مستحکم اور مضبوط ہوگا، انفرادیت اور تشتت اجتماعی نظام کے لیے سم قاتل ہے۔ پھر نقطہ وحدت متعین کرنے میں ہر قرن، ہر زمانہ کے لوگوں کی مختلف رائیں رہی ہیں کسی قوم نے نسل اور نسب کو نقطہ وحدت قرار دیا، کسی نے وطن اور جغرافیائی خصوصیات کو، کسی نے رنگ اور زبان کو، لیکن دین الہٰی اور شرائع انبیاء علیہم السلام نے ان غیر اختیاری چیزوں کو نقطہ وحدت بنانے کے قابل نہیں سمجھا، اور نہ در حقیقت یہ چیزیں ایسی ہیں جو پورے افراد انسانی کو کسی ایک مرکز پر جمع کر سکیں، بلکہ جتنا غور کیا جائے یہ وحدتیں در حقیقت افراد انسانی کو بہت کثرتوں میں تقسیم کر ڈالنے اور آپس میں ٹکراؤ اور اختلافات کے اسباب ہیں۔

دین اسلام نے جو در حقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے وحدت کا اصل نقطہ فکر و خیال اور عقیدہ کی وحدت کو قرار دیا اور کروڑوں خداؤں کی پرستش میں بٹی ہوئی دنیا کو ایک ذات حق وحدہ لاشریک لہ کی عبادت اور اطاعت کی دعوت دی جس پر مشرق و مغرب اور ماضی و مستقبل کے تمام افراد انسانی جمع ہو سکتے ہیں، پھر اس حقیقی فکری اور نظری وحدت کو عملی صورت اور قوت دینے کیلئے کچھ ظاہری وحدتیں بھی ساتھ لگائی گئیں۔ مگر ان ظاہری وحدتوں میں بھی اصول یہ رکھا گیا کہ وہ عملی اور اختیاری ہوں۔ تاکہ تمام افراد انسانی ان کو اختیار کر کے ایک رشتہ اخوت میں منسلک ہو سکیں، نسب، وطن، زبان، رنگ وغیرہ اختیاری چیزیں نہیں ہیں جو شخص ایک خاندان کے اندر پیدا ہو چکا ہے وہ کسی طرح دوسرے خاندان میں پیدا نہیں ہو سکتا، جو پاکستان میں پیدا ہو چکا وہ انگلستان یا افریقہ میں پیدا نہیں ہو سکتا، جو کالا ہے وہ اپنے اختیار سے گورا اور جو گورا ہے وہ اپنے اختیار سے کالا نہیں ہو سکتا، اب اگر ان چیزوں کو مرکز وحدت بنایا جائے تو انسانیت کا

سینکڑوں بلکہ ہزاروں ٹکڑوں اور گروہوں میں تقسیم ہوجانا ناگزیر ہوگا، اسلیے دین اسلام نے ان چیزوں سے جن سے تمدنی مفاد وابستہ ہیں ان کا پورا احترام رکھتے ہوئے انکو وحدت انسانی کا مرکز نہیں بننے دیا۔ کہ یہ وحدتیں افراد انسانی کو مختلف کثرتوں میں بانٹنے والی ہیں، ہاں اختیاری امور میں اس کی پوری رعایت رکھی فکری وحدت کے ساتھ عملی اور عبوری وحدت بھی قائم ہوجائے، مگر اس میں بھی اس کا پورا لحاظ رکھا گیا کہ مرکز وحدت ایسی چیزیں بنائی جائیں جن کا اختیار کرنا ہر مرد وعورت لکھے پڑھے اوران پڑھ، شہری اور دیہاتی، امیر وغریب کو یکساں طور پر آسان ہو، یہی وجہ ہے کہ شریعتِ اسلام نے تمام دنیا کے لوگوں کو لباس اور مسکن کھانے اور پینے کے کسی ایک طریقہ کا پابند نہیں کیا۔ کہ ہر جگہ کے موسم اور طبائع مختلف اوران کی ضروریات مختلفہ ہیں سب کو ایک ہی طرح کے لباس یا شعار (یونیفارم) کا پابند کردیا جائے تو بہت مشکلات پیش آئیں گی۔ پھر اگر یہ یونیفارم کم سے کم تجویز کردیا جائے تو یہ اعتدالِ انسانی پر ظلم ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے عمدہ لباس اور عمدہ کپڑوں کی بے حرمتی ہوگی۔ اور اگر اس سے زائد کسی لباس کا پابند کیا جائے تو غریب مفلس لوگوں کو مشکلات پیش آئیں گی۔ اس لئے شریعت اسلام نے مسلمانوں کا کوئی ایک شعار (یونیفارم) مقرر نہیں کیا، بلکہ مختلف قوموں میں جو طریقے اور اوضاع لباس کی رائج تھیں، ان سب پر نظر کرکے ان میں سے جو صورتیں اسراف بے جا یا فخر وغیرہ یا کسی غیر مسلم قوم کی نقالی پر مبنی تھیں، صرف ان کو ممنوع قرار دے کر باقی چیزوں میں ہر فرد اور ہر قوم کو آزاد اور خود مختار رکھا۔ مرکز وحدت ایسی چیزوں کو بنایا گیا جو اختیاری بھی ہوں آسان اور سستی بھی۔ ان چیزوں میں جیسے جماعت نماز کی صف بندی، ایک امام کی نقل حرکت کی مکمل پابندی، حج میں لباس اور مسکن کو اشتراک وغیرہ ہیں۔

اسی طرح ایک اہم چیز سمتِ قبلہ کی وحدت بھی ہے کہ اگرچہ اللہ جل شانہ کی ذات پاک ہر سمت وجہت سے بالاتر ہے، اس کیلئے شش جہت یکساں ہیں لیکن نماز میں اجتماعی صورت اور وحدت پیدا کرنے کے لیے تمام دنیا کے انسانوں کا رخ کسی ایک ہی جہت وسمت کی طرف ہونا ایک بہترین اور آسان اور بے قسمت وحدت کا ذریعہ ہے۔ جس پر سارے مشرق ومغرب اور جنوب وشمال کے انسان آسانی سے جمع ہوسکتے ہیں۔ اب وہ

ایک سمت و جہت کونسی ہو جسکی طرف ساری دنیا کا رخ پھیرا جائے؟ اس کا فیصلہ اگر انسانوں پر چھوڑا جائے تو یہی ایک سب سے بڑی بناء نزاع و اختلاف بن جاتی ہے۔

اس لئے ضروری تھا کہ اس کا تعین خود حضرت حق جل وعلا شانہ کی طرف سے ہوتا۔

(معارف القرآن جلد ۱ ص ۳۶۱)

کعبہ کوئی بت نہیں

نیز حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ آگے چل کر فرماتے ہیں:

ان آیات نے قبلہ اور استقبال قبلہ کی حقیقت کو بھی واضح فرما دیا، کہ اس میں ان مقامات کی کوئی ذاتی خصوصیات نہیں، بلکہ ان میں فضیلت پیدا ہونے کا سبب یہی ہے کہ ان کو حق تعالیٰ نے قبلہ بنانے کے لیے اختیار فرمایا۔ اور اس کی طرف رخ کرنے میں ثواب کی وجہ صرف یہی ہے کہ حکم ربانی کی اطاعت ہے۔ اور شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قبلہ میں تغیر و تبدل فرمانے کی یہ حکمت ہو کہ عملی طور سے لوگوں پر واضح ہو جائے کہ قبلہ کوئی بت نہیں جس کی پرستش کی جائے بلکہ اصل چیز حکم خداوندی ہے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم آ گیا تو اس کی تعمیل کی، پھر جب کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم مل گیا تو اس کی طرف رخ کرنا عبادت ہو گیا۔ اس کے بعد والی آیت خود قرآن کریم نے بھی اس حکمت کی طرف اشارہ کیا ہے، جس میں فرمایا ہے:

وما جعلنا القبله التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیه.

(البقرہ) یعنی جس قبلہ پر آپ پہلے رہ چکے ہیں اس کو قبلہ بنانا تو محض اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے تھا کہ کون رسول اللہ کا اتباع کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے، اس حقیقت قبلہ کے بیان سے ان بیوقوف مخالفین کا پورا جواب ہو گیا، جو قبلہ کے بارے میں تغیر و تحویل کو اصولِ اسلام کے منافی سمجھتے اور مسلمانوں کو طعنے دیتے تھے"۔ (معارف القرآن جلد ۱ ص ۳۶۳)

ترک وطن اور ایمان کا بچاؤ

جب اہل اسلام پر دین حق پر چلنا دوبھر ہو جاتا ہے تو اسلام انہیں اپنے اعزاء و اقرباء اور گھر بار اور ملک و وطن چھوڑ کر کسی محفوظ مقام پر چلے جانے کی ہدایت کرتا ہے، جسے ہجرت کہا جاتا ہے۔ عہد رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے تین اہم واقعات پیش آئے ہیں دو دفعہ ہجرت حبشہ اور ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کے ہجرت کے واقعات پیش آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہجرت کا حکم دیا اور خود ہجرت کر گئے، آخر مکہ مکرمہ ان کا آبائی وطن تو تھا ان کے مال و جائیداد اور تجارتی مراکز وہاں موجود تھیں، ان کے اعزہ و اقارب بھی مکہ ہی میں رہتے تھے ہم زبان عربی النسل و قریش بھی مکہ میں قیام پزیر تھے، ان کو چھوڑنے کا حکم ہوا اور ایک اجنبی ملک حبشہ اور پھر مدینہ طیبہ ہجرت کرنیکا حکم ملا، تو اس میں ضرور کوئی راز تھا اور وہ راز اگر کوئی ہو سکتا ہے تو یہی اسلان اور اپنے دین کی حفاظت کے معاملے میں وطنیت اور ہم زبان ہونے کی لعنت کا طوق گلے کا ہار نہ بنا رہے۔

وصلی اللہ علی النبی الامی محمد و آلہ و صحبہ وسلم اجمعین۔

حج و عمرہ پیکیج (بکنگ جاری ہے فوری رجوع کریں)

انتہائی مناسب قیمت پر بہترین اور اعلیٰ انتظام سے فائدہ اٹھائیں

(۱) اعلیٰ اور قریب رہائش کا خصوصی انتظام

(۲) ٹرانسپورٹ کا تسلی بخش انتظام

(۳) ویزے کی تمام کاروائی کا تسلی بخش انتظام

(۴) سعودی ائیرلائن کا ٹکٹ رعایتی قیمت پر حاصل کریں

رابطہ : محمد ہمایوں مغل 0300. 2608763 , 0333. 246027

اخلاق حسنہ سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

حضرت مولانا فیض اللہ آزاد صاحب
شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم حنفیہ مدیر اعلیٰ "ماہنامہ الفیض" کراچی

دنیا میں جب سے انسان کا وجود ہے اسی وقت سے اخلاقی تعلیم کا وجود بھی ہے، اپنے جسم کی زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے انسان روٹی، پانی کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور پھر اسکے لئے محنت کرتا ہے، اسی طرح اپنی انسانیت کو زندہ رکھنے کیلئے اسے اخلاقی تعلیم اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت محسوس پڑتی ہے۔ شروع زندگی سے لے کر آج تک سینکڑوں اخلاق معلم اخلاقی ہدایات لے کر آتے رہے اور انہوں نے آسمانی تعلیمات کے مطابق دنیا کو اچھے اخلاق کا راستہ بتایا اور اس پر چلایا۔

اسی طرح عقل و دانش کی روشنی میں اخلاقیات کا سبق دینے والے حکمائے اخلاق بھی ہر دور میں پیدا ہوتے رہے اور اپنے اخلاقی فلسفہ سے دنیا کو اخلاق حسنہ کی روشنی پہنچاتے رہے۔

علم اخلاق کے آسمانی رہنماؤں اور معلموں میں حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک بڑے اخلاقی معلم نظر آتے ہیں جن کی اخلاقی عظمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور سقراط، افلاطون اور ارسطو جیسے حکمائے اخلاق کی فلسفیانہ کاوشوں کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آج کی دنیا کے سامنے ایسا اخلاقی معلم کون ہے جس کے پاس اخلاق حسنہ کی تعلیم اور اعلیٰ اخلاقیات کا نظام بھی مکمل طور پر موجود ہو اور اس تعلیم و فلسفہ کے مطابق عملی زندگی کے ہر شعبے کیلئے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بھی دنیا کے سامنے بے نقاب ہو۔

تاریخ نے ایسے کامل اخلاق معلم کے طور پر اگر کسی کو پیش کیا ہے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس

سے کسی اخلاقی معلم کے مرتبہ میں کمی کا خیال نہ کیا جائے، حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ یا کوئی اور، یہ سب اخلاقی پیشوا اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے حالات کے مطابق اپنی اپنی قوموں اور بستیوں کو اخلاقی روشنی پہنچانے کا کام پورا کر کے اس دنیا سے چلے گئے، لیکن اخلاق کی تکمیل کیلئے آخر میں آنے والے اخلاقی معلم (رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہ کام چھوڑ گئے کہ جب انسانی زندگی اپنے پورے پھیلاؤ کے ساتھ درجہ کمال کو پہنچنے لگے تو اس وقت وہ آخری رسول اپنی مکمل تعلیم اور مکمل سیرت کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہو جائے اور انفرادی زندگی سے لے کر سماجی، اجتماعی اور سیاسی زندگی کے ہر گوشہ میں اعلیٰ اخلاق کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش فرمائیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم کا اعلان:

قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی عظمت کے متعلق آسمانی اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

انک لعلیٰ خلق عظیم اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک تم اخلاق کے بڑے درجہ پر قائم ہو۔

اعلیٰ اخلاق کی تشریح کرتے ہوئے دوسرے مقام پر اعلان فرمایا:

وما ارسلناک الا رحمة للعلمین

(اے محمدؐ) ہم نے تمہیں جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اعلیٰ اور بلند اخلاق کا کمال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام عالم کیلئے، تمام قوموں کیلئے اور تمام زندگی کیلئے رحمت و کرم ہے، زندگی کے ہر گوشہ کیلئے رحمت و مہر بے کراں ہے۔

اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے سورۃ آل عمران میں فرمایا ہے۔

فبما رحمة من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا انفضوا من حولک فاعف عنھم واستغفر لھم وشاور ھم فی الامر

''اللہ تعالیٰ کے کرم سے اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم ان لوگوں کیلئے نرم دل ہو اور اگر تم سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہیں چھوڑ کر بھاگ جاتے، پس انکے ساتھ عفو و درگذر کا معاملہ کرو، ان کیلئے دعاء کرو

اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرو۔"

نرم مزاج اور نرم دل ہونا، لوگوں کے ساتھ معافی کا برتاؤ کرنا، لوگوں کے حق میں بھلائی کی دعا کرنا اور ان سے مشورہ کر کے ان کی حوصلہ افزائی اور عزت بڑھانا اخلاق حسنہ کی اصل روح ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے حقیقی مقام "رحمۃ اللعالمین" کی یہی تشریح ہے اور اسی صفت کو اعلیٰ اخلاق کی بنیاد کہا جاتا ہے۔

اور مزید صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

(۱) عن عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنھما قال: لم یکن رسول اللہ ﷺ فاحشاً ولا متفحشاً وکان یقول (ان من خیارکم احسنکم اخلاقاً

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے نہ بتکلف فحش گوئی اختیار کرنے والے، اور آپ یہ فرمایا کرتے تھے۔ "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو بہترین اخلاق والے ہوں۔"

(۲) عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت: مارایت رسول اللہ ﷺ مستجمعاً قط ضاحکاً حتی تری منہ لھو اتہ انما کان یتبسم

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی ایسا کھل کھلا کر ہنستا ہوا نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آنے لگے، آپ صرف مسکرایا کرتے تھے۔

(۱) آپ ﷺ کا اخلاقی کردار

اکثر رحمۃ اللعالمین ﷺ گھر والوں کے ساتھ ملکر کھانا پکاتے جب وہ تھک جاتے ان کے ساتھ چکی پیتے، بازار سے بوجھ اٹھا کر لانے میں عار نہ ہوتی۔ غنی و مفلس سے برابر کا مصافحہ فرماتے اور خود ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک وہ دوسرا ہی ہاتھ نہ چھوڑتا، ہجوم حج میں کوئی شخص لوگوں کو ہٹانے والا آپ ﷺ کے آگے نہ ہوتا اور اسی بھیڑ میں سے آپ ﷺ بھی گذرتے۔ حضرت انس بن مالکؓ نے آنحضرت ﷺ کی چھت پر جانے کی سیڑھی کو گرا ہوا دیکھا تو مٹی کے ساتھ اس کی مرمت کا ارادہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اور فرمایا میرا اور دنیا کا کیا تعلق، میں دنیا میں جاہ و نمائش اور فضولیات کی بربادی کیلئے بھیجا گیا ہوں نہ کہ ان کی آبادی کیلئے۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں میرے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر صرف بوریا تھا اسے دوتہہ کر کے بچھا دیا جاتا۔ ایک رات چارتہہ کر کے بچھا دیا تو بستر نرم ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا مجھے شب بیداری سے اس نے باز رکھا۔

آنحضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن کسی شخص کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے اور زمین کھود کر دو مسواکیں نکالیں۔ ایک سیدھی تھی، اور دوسری ٹیڑھی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹیڑھی مسواک خود لے لی اور سیدھی اس شخص کو دیدی۔ اس نے عرض کیا اچھی مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود رکھیں۔ فرمایا نہیں اگر کوئی شخص ایک گھڑی بھی کسی کے ساتھ رہے تو قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ حق صحبت بجالایا یا نہیں؟

(۲) بیماروں کے ساتھ اخلاق:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماروں کی مزاج پرسی کی سخت تاکید فرمائی ہے، اس نیکی کا بڑا درجہ قرار دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی کہ بیمار کی عیادت کرنا ایک مسلمان پر مسلمان کا حق ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی بھی مزاج پرسی کی اور منافقین کی عیادت کیلئے بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب کسی کی عیادت کیلئے جاؤ تو اس کے ہاتھ اور پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھو اور اس کو تسلی دو اور دلاسا دو اور اس کی شفا کیلئے دعا کرو۔

(۳) غلاموں کے ساتھ اخلاق:۔

عرب میں غلامی کا رواج تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طبقہ کی آزادی کی تحریک شروع کی اور ان کو سماج میں برابری اور عزت کا مقام دلانے کیلئے زبردست جدوجہد فرمائی۔

قریش مکہ غلاموں کو اپنے ہاں اچھوتوں کی طرح رکھتے تھے، ان کا لباس عام شرفاء قوم سے الگ تھا۔

یہ لوگ سب سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ انہیں اپنے ساتھ اپنی مجلسوں میں بٹھاتے تھے۔ اپنے ساتھ کھلاتے اور پلاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی آزادی کی تعلیم کے بعد مالدار لوگوں نے غلاموں کو آزاد کرنا شروع کیا جن میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تیس ہزار غلاموں کو غلامی سے نجات دلوائی۔

یہ سب آپ کی تعلیم اور غلاموں کے ساتھ آپ ﷺ کے حسن اخلاق کا اثر تھا۔

(۴) بیوہ عورتوں کے ساتھ حسن اخلاق:

آنحضرت ﷺ سے پہلے دنیا میں بیوہ عورتیں سماج میں بڑی ذلت کی زندگی گذارتی تھیں، آنحضرت ﷺ نے بیوہ عورت کو اس ذلت سے نکالا اور اسے سماج میں عزت کا مقام عطا کیا۔ خود آنحضرت ﷺ نے آٹھ بیوہ عورتوں کو اپنے حرم پاک میں داخل کیا اور بیوہ کے ساتھ نکاح کو اپنی سنت بنا دیا۔ بیوہ کی خدمت کو جہاد کے برابر درجہ عطا فرمایا۔

(۵) جانوروں کے ساتھ آپ ﷺ کے اخلاق:

اسلام کے معلم اخلاق نے جانوروں کے ساتھ نہایت اونچے اور شریفانہ اخلاق کا برتاؤ کیا۔ ایک سفر میں آپ کے کچھ ساتھی ایک چڑیا کے بچے پکڑ لائے، چڑیا اپنے بچوں کی ماںتائیں، ان کے اوپر منڈلانے لگی، آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا، اس چڑیا کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اسے بے قرار کیا ہے؟ اس کے بچوں کو چھوڑ دو۔

آنحضرت ﷺ ایک دن ایک باغ میں قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے یہ باغ ایک انصاری کا تھا۔ اس باغ میں ایک اونٹ تھا، یہ اونٹ آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

فاذا جمل فلما رای النبی ﷺ حن و ذرفت عیناه فاتاه النبی ﷺ فمسح ذفراه فسکت فقال من رب هذا الجمل؟ افلا تتقی الله فی هذه البهیمة ملک الله ایا ها

فانها شکت الی انک تجیعها و تو عیها

"وہ اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر چیخنے لگا اور اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کے پاس آئے اور اس کی کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا وہ چپ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کا مالک کون ہے۔" اس کا مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

"کیا تم ان جانوروں کے بارے میں خدا کا خوف نہیں کرتے جن کا خدا نے تمہیں مالک بنایا ہے۔ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے تکلیف دیتے ہو اور تھکا دیتے ہو۔"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی بھی ممانعت فرمائی کہ چوپایوں اور جانوروں کی بازی گری کے طور پر آپس میں لڑایا نہ کرو۔ یہ بھی ان بے زبانوں پر ظلم و زیادتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو انسانوں کی جس خدمت کیلئے پیدا کیا ہے ان سے وہی خدمت لینی چاہئے۔

(۶) دوستوں کے ساتھ ایک بہترین دوست کے اخلاق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندوں کو خدا کے احکام (قرآن حکیم) پر چلانے اور انکی اخلاقی زندگی بنانے آئے تھے لیکن آپ یہ تعلیمی اور دعوتی فرض ایک جابر و قاہر حاکم کی طرح انجام دینے پر مامور نہ تھے۔ بلکہ پیار و محبت سے دلوں کی دنیا کو بدلنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہبی اور تاریخی فریضہ تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک محبوب اور پیاری شخصیت کا مالک بنایا تھا۔

یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں ایک طرف زہد کی متانت اور ایک حاکم کا رعب تھا تو دوسری طرف ایک دوست کی خوش طبعی اور ظرافت بھی تھی۔

احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے بولنے میں کبھی بازاری پن نہیں آتا تھا۔ آپ ہنستے تھے تو آپ کی کچلیاں ظاہر نہیں ہوتی تھیں۔ بازاروں میں چیخ کر بولنے سے آپ ہمیشہ دور رہتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مذاق کرتے تھے تو اس میں شوخی کے ساتھ ساتھ لطافت ہوتی تھی۔

(۷) مہمانوں اور میزبانوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے اخلاق:

مہمان نوازی عربوں کی قومی خصوصیات میں داخل ہے لیکن رسول عربی ﷺ نے مہمان نوازی کی جو شاندار مثال قائم کی وہ اپنی جگہ نمایاں شان رکھتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی مہمان نوازی کا ایک عجیب واقعہ امام ترمذی نے ابواب الاطعمہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے؟ وہ فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک غیر مسلم مہمان آیا۔ آپ ﷺ نے اس کیلئے بکری کا دودھ منگایا، وہ مہمان سارا دودھ پی گیا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر دودھ لانے کا حکم دیا وہ مہمان پھر سارا دودھ پی گیا اور اس طرح سات دفعہ بکریوں کا دودھ لایا گیا اور وہ آنے والا سب کا سب دودھ پی گیا اور سیر ہو کر چلا گیا۔

دوسرے دن وہ مہمان صبح کو حاضر ہوا اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہو گیا آنحضرت ﷺ نے تواضع کیلئے پھر بکری کا دودھ منگایا، اس مرتبہ بھی مہمان نے سارا دودھ پی لیا، مگر جب دوسری مرتبہ لایا گیا تو کچھ دودھ پیا اور کچھ چھوڑ دیا سرکار دو عالم ﷺ نے اس پر فرمایا: **المومن یشرب فی معی واحد و اکل کافر یشرب فی سبعة امعاء** : مومن ایک آنت میں کھاتا پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔ مطلب یہ کہ مومن صبر و قناعت کے ساتھ کھاتا پیتا ہے اور کافر حرص و ہوس کے ساتھ۔ امت کو ہدایت فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ مہمان کی عزت کرے۔'' اور اپنے طرز عمل سے بتایا کہ مہمان مسلم ہو یا غیر مسلم سب کا یکساں اعزاز کرنا چاہئے۔

(۸) گاہکوں اور خریداروں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے اخلاق:

آنحضرت ﷺ نے ایک سوداگر اور تاجر کی حیثیت سے زندگی کا بڑا حصہ گذارا اس تجارتی زندگی میں آپ ﷺ ایک بلند اخلاق تاجر بن کر رہے، دیانتداری، وعدہ کا پاس اور نرمی اور پیار کے رویہ

میں آپ ﷺ نے اس قدر شہرت پائی تھی کہ آپ ﷺ کو ہر بچہ اور بڑا "آمین" کہنے لگا تھا۔

حضرت خدیجہ کبریٰؓ سے ان کے غلام میسرہ نے سفر سے واپس آکر آنحضرت ﷺ کے اخلاق حسنہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ یہ نوجوان نہایت بلند اخلاق کا مالک ہے اور ایسے شخص کے ذریعے تجارت بہت کامیابی کے ساتھ چل سکتی ہے چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے ان خوبیوں کی وجہ سے آپ ﷺ کو زندگی کا مستقل رفیق بنانے کا فیصلہ کرلیا۔

آپ ﷺ نے دکانداروں کو اس انداز سے نرمی اور محبت کی نصیحت فرمائی:

رحم الله رجلا سمعا اذا باع واذا شتری واذا اقتضی: "اللہ تعالیٰ اس دکاندار پر رحم کرے جو خرید وفروخت اور قرضے کے تقاضے میں نرمی اختیار کرے۔"

(۹) ازواج مطہرات کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے اخلاق:

ہادی اسلام ﷺ نے ایک کامل ومکمل رسول کی حیثیت سے اس مشکل کام کو آسان کر کے دکھایا اور ذکر وعبادت کے روحانی کاموں کے ساتھ بال بچوں کی رفاقت میں خوشحالی اور مسرت زندگی بسر کرنے کی شاندار مثال قائم کی آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خیر کم خیر کم لاھلہ..... "تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے بال بچوں کے لئے اچھا ہو" مطلب یہ ہے کہ اس دور میں انسانیت بالغ ہو چکی ہے اور اپنے کمال کو پہنچ رہی ہے اس دور میں اچھائی کا پیمانہ نہیں ہے کہ انسان گھریلو زندگی سے الگ تھلگ رہ کر ذکر وعبادت میں وقت گذارے بلکہ آج تو اچھا انسان وہ ہے جو اخلاق وروحانیت کے ساتھ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا اور بہتر ثابت ہو۔

مختصر یہ کہ آنحضرت ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ نے انسان کو یہ بتایا کہ خداتعالیٰ کسی انسان سے اسی وقت راضی ہوسکتا ہے اور کوئی انسان اسی وقت عبادت گذار کہلایا جاسکتا ہے اور کسی مرد وعورت کو آخرت کی فلاح وکامرانی اسی وقت نصیب ہوسکتی ہے جب وہ خدا کی مخلوق کے حقوق اچھی طرح ادا کرے اور اسی کا نام اعلیٰ اخلاق ہے۔

آنحضرت ﷺ کا یہی وہ اخلاقی کارنامہ ہے جو آپ ﷺ سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا اسلام سے پہلے ایک انسان اپنے بھائی بندوں سے بالکل کنارہ کش اور بے تعلق ہو کر جنگلوں میں رہتا تھا اور وہ خدا کی محبت کا حق دار بن جائے۔

ڈاکٹر فیض الرحمٰن فزیو تھراپی سروسز

درج ذیل بیماریوں اور علامات کا علاج جدید آلات اور ماہر ڈاکٹرز کی زیر نگرانی

۱۔ فالج، لقوہ، ذہنی و جسمانی کمزوری

۲۔ ہڈی، جوڑ و پٹھوں کا درد

۳۔ ریڑھ کی ہڈی کی تکلیف، گردن و کمر کا درد

۴۔ بچوں کا دیر سے چلنا اور قد کا نہ بڑھنا

۵۔ زچگی سے قبل اور بعد کی ورزش

۶۔ ذیابیطس کے مریضوں کی غذا اور ورزش

۷۔ موٹاپے سے نجات کے لئے جدید فٹنس سینٹر

رابطہ: ڈاکٹر فیض الرحمٰن۔ انچارج فزیو تھراپی ڈیپارٹمنٹ مدر کیئر ہسپتال

عائشہ منزل فیڈرل بی ایریا بلاک نمبر ۱۰ شاہراہ پاکستان کراچی

Cell No. 0300-9278380 / 0321-2019300 / 034-2403003

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت شوہر

حضرت مولانا قاری اللہ داد صاحب

سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کا اسوۂ حسنہ ہر میدان میں اور زندگی کے ہر شعبے میں ہمارے لیے ہدایت اور مثالی نمونہ ہے۔ (چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جب رہنمائی حاصل کی گئی ہے بگڑی قسمتیں سنوری ہیں اور سوئے مقدر جاگے ہیں اور جب بھی ہدایت کے ان سرچشموں سے اغماض برتا گیا تب گمراہی راہ پاتی چلی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرپور زندگی گذاری ہے جنگوں میں سپہ سالاری بھی، حکومت کی سربراہی بھی فرمائی، ملکی معاملات بھی طے فرمائے، تجارت بھی کی، صلح وآشتی کے معاہدے بھی کیے فتوحات بھی حاصل کیں۔ اسی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشفق باپ ایک خسر، ایک دوست، ایک بھائی اور ایک محبت و پیار کرنے والے شوہر کی حیثیت سے بھی زندگی کو برتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حیثیت سے شاہراہ حیات پر ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو قیامت تک ہم سب کیلئے نمونہ اور معیار بنے رہیں گے۔

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ. ترجمہ: بیشک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں سب سے اہم شعبہ انسانی تعلقات کا شعبہ ہے ان تعلقات میں سب سے زیادہ اہمیت خاندانی اور گھریلو تعلقات کو حاصل ہے کیونکہ انسان اپنی عمر کا بڑا حصہ اپنے خاندان اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گزارتا ہے۔ ایک شخص کی گھر کی زندگی اس کے سیرت و کردار کا

حقیقی آئنہ ہوتی ہے اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کو جانچنے اور پرکھنے کیلئے بہترین کسوٹی اسکے گھر کی زندگی ہے، وہاں اسکو دیکھنا ہے کہ اسکی سیرت کیا ہے؟

آپ ﷺ کی زندگی ایک ایسی زندگی ہے جسکا ہر حصہ دنیا کے سامنے ہے آپ ﷺ نے اپنی زندگی پرائیویٹ اور پبلک دو حصوں میں تقسیم نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر حصہ پبلک کیلئے کھلا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ تم لوگ صرف میری پبلک زندگی ہی کو دیکھو نجی زندگی کا تجسس نہ کرو۔ بلکہ آپ ﷺ نے اپنی نجی اور پبلک دونوں زندگیاں کھلی کتاب کی طرح لوگوں کے سامنے رکھیں۔ دنیا میں بیویاں گھریلو زندگی کے رازوں کی امین ہوتی ہیں لیکن رسول خدا ﷺ کی ازواج مطہرات کی یہ خصوصیت کہ وہ پبلک کے نمائندہ کی حیثیت سے آپکی گھریلو زندگی کی ایک ایک ادا کو محفوظ رکھتیں۔ اور دیانت داری کے ساتھ اسکو پبلک تک پہنچاتی تھیں۔ آپ ﷺ کی ایک ایسی زندگی جسکی جلوت وخلوت سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔

چنانچہ ایک شوہر اور ایک رفیق حیات کی حیثیت سے آنحضرت ﷺ کا جو کردار ہے وہ ہر شوہر کیلئے ایک نمونہ کا کردار ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے مسلمان شوہروں کیلئے آپ ﷺ کے چند ارشادات واحکامات ملاحظہ کرتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا خود کا کیا کردار رہا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے میاں بیوی کے باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کے حوالہ سے جو ہدایات دی ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ یہ ازدواجی تعلق فریقین کیلئے زیادہ خوشگوار اور مست وراحت کا باعث ہو اور دل جڑے رہیں۔ شوہر کی حیثیت سے آپ ﷺ نے تمام مسلمان شوہروں کو ہدایت فرمائی کہ وہ بیوی کے ساتھ محبت کرے اور اسکی قدر کرے اور بیوی کو اللہ کی دی ہوئی نعمت سمجھے۔ اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو چشم پوشی کرے۔ اپنی استطاعت کی حد تک اسکی ضروریات اچھی طرح پوری کرے۔ اسکی راحت رسانی اور دلجوئی کی کوشش کرے۔ اس حوالہ سے بحیثیت شوہر آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی بہت اہمیت کا حامل ہے فرمایا! خیارکم خیارکم لنساھم وانا خیارکم لنسائی

(ترجمہ): تم میں سب سے زیادہ اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں اچھا ہو اسی کے ساتھ ساتھ فرمایا کہ میں اپنی بیویوں کیلئے تم سب سے اچھا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی کی اچھائی اور بھلائی کا خاص معیار اور نشانی یہ ہے کہ اسکا برتاؤ اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو۔ مسلمانوں کیلئے اپنی بات کو مؤثر بنانے کے لیے اپنی مثال پیش فرمائی کہ خدا کے فضل سے میں اپنی بیویوں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتا ہوں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ بحثیت شوہر آپ کس طرح رہے آپ کا رویہ امہات المومنین کے ساتھ کیسا رہا۔ آپ ﷺ سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنھا کے شوہر بنے۔ رسول خدا ﷺ کی محبت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کے ساتھ مثالی تھی حالانکہ عمر میں وہ آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں انکی زندگی میں آپ نے کوئی اور نکاح نہیں کیا۔ جس سال انہوں نے وفات پائی اس سال کو آپ ﷺ عام الحزن (غم کا سال) کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مجھے جتنا رشک حضرت خدیجہؓ پر آتا تھا۔ اُتنا رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی پر نہیں آیا حالانکہ وہ آنحضرت ﷺ کے میرے ساتھ نکاح سے پہلے ہی وفات پا چکی تھیں۔ آنحضرت ﷺ اکثر انہیں یاد کرتے۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی آنحضرت ﷺ کو انکا اتنا خیال رہتا تھا کہ اگر آپ بکری ذبح فرماتے تو سب سے پہلے انکی سہیلیوں کو بھجوایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب خدیجہ الکبریٰؓ کا تذکرہ کرتے تو بہت زیادہ تعریف وتوصیف فرماتے۔ ایک دن میں نے نسوانی غیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ اکثر وبیشتر سرخ چوڑے جبڑے والی بڑھیا کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں حالانکہ اللہ نے اس سے بہتر بیوی آپ کو عنایت کردی ہے۔ میری یہ تلخ باتیں سن کر آپ رنجیدہ خاطر ہو گئے اور لمبی آہ بھر کر فرمایا:

ابھی تک اس سے بہتر بیوی مجھے نہیں ملی۔ عائشہ سنو وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب عام لوگوں نے میرا انکار کیا۔ اس نے ایسے وقت میں میری تصدیق کی جب بیشتر لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنے

مال و دولت سے میری اس وقت مدد کی جب لوگوں نے جی بھر کر مجھے ستایا۔ اس نے محبت اور وفاداری اور سلیقہ شعاری کا حق ادا کر دیا۔ اللہ نے اس سے مجھے اولاد کی نعمت عطا کی۔ مجھے بھلا وہ کیوں نہ یاد آئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے آٹھ امہات المومنین سے نکاح کیے۔ دنیاوی معاملات میں آپ ﷺ کا رویہ اس قدر عادلانہ اور مشفقانہ تھا کہ کسی کو کوئی شکایت نہیں ہوتی تھی۔

آیئے اب آنحضرت ﷺ کی سب سے کمسن اور سب سے چہیتی بیوی اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بحیثیت شوہر آپ کے ساتھ کیسے رہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری شادی کم عمری میں ہوگئی تھی وہ بیان کرتی ہیں کہ شادی کے بعد میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں جب آنحضرت ﷺ تشریف لاتے وہ کھیل چھوڑ کر چھپ جاتیں تو آنحضرت ﷺ انہیں میرے پاس بھیج دیتے پھر وہ میرے ساتھ کھیلنے لگ جاتیں۔ یہ بیوی کی دلداری کی انتہائی مثال ہے جو آنحضرت ﷺ نے قائم فرمائی ہے۔

آیئے ایک اور واقعہ اس حوالہ سے سنتے ہیں ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ نے دوڑ کا مقابلہ کیا وہ آپ ﷺ سے آگے نکل گئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت عائشہؓ کا جسم بھاری ہو گیا تو پھر ایک مرتبہ دوڑ کا مقابلہ ہوا تو اب کی دفعہ آنحضرت ﷺ آگے نکل گئے۔ حضرت عائشہؓ پیچھے رہ گئیں آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا یہ تمھاری اس جیت کا جواب ہے۔

بلاشبہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک اور انکا دل خوش کرنے کی یہ بھی نہایت اعلیٰ مثال ہے اور اس واقعہ میں ان لوگوں کیلئے خاص سبق ہے جنکے نزدیک دین میں اس طرح کی تفریحات کی کوئی جگہ نہیں۔

اسی حوالہ سے ایک اور واقعہ ذکر کر کے اپنی بات ختم کرونگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ حبشی مسجد میں نیزہ بازی کا کھیل پیش کر رہے تھے آنحضرت ﷺ وہ کھیل دکھانے کے لیے مجھے اپنی چادر کا پردہ کر کے حجرے کے دروازے پر کھڑے

ہو گئے اور میں آپ ﷺ کے کندھے اور کان کے درمیان سے انکا کھیل دیکھتی رہی۔ آپ ﷺ میری وجہ سے مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ میرا دل بھر گیا اور میں خود ہی لوٹ آئی۔

یہ بھی دلجوئی اور دلداری کی انتہائی اعلیٰ مثال ہے۔ جو آنحضرت ﷺ نے قائم فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول خدا ﷺ گھر میں آنے کے بعد کیا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ آپ آدمیوں کی طرح ایک آدمی تھے۔ (بیویوں کو تکلیف دینے کے بجائے) اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کر لیتے۔ بکری کا دودھ دھونا ہوتا تو دودھ خود ہی دھو لیتے۔ اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیتے۔ جوتے کی مرمت کر لیتے۔ جانوروں کو چارہ ڈال دیتے، کوئی خادم ہوتا تو اسکے ساتھ ملکر کام کر دیتے، اور اگر کوئی کام نہ ہوتا اگر میں روٹیاں پکا رہی ہوتی تو چولہے میں لکڑیاں ہی ڈالتے رہتے۔

حضرت عائشہؓ یہ بھی فرماتی ہیں کہ آپ سب سے زیادہ نرم خو، متبسم خندہ جبیں، اور نرم خوئی کی شان یہ تھی کہ کسی خادم کو جھڑکا نہیں۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے اہل و عیال کے لیے شفیق اور مہربان نہ تھا۔ سچ ہے آپ ایک مثالی شوہر تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

افادات:۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جمع وترتیب محمد ہمایوں مغل

تعداد غزوات : موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق، واقدی، ابن سعد، ابن جوزی، دمیاطی، نے غزوات کی تعداد ستائیس (۲۷) بتائی ہے، اور سعید بن مسیب سے چوبیس (۲۴) اور جابر بن عبداللہ سے اکیس (۲۱) اور زید ابن ارقمؓ سے انیس (۱۹) کی تعداد مروی ہے، علامہ شبلی فرماتے ہیں، وجہ اختلاف یہ ہے کہ بعض علماء نے چند غزوات کو قریب قریب اور ایک سفر میں ہونے کی وجہ سے ایک غزوہ شمار کیا اس لئے ان کے نزدیک غزوات کی تعداد کم رہی اور ممکن ہے کہ بعض کو بعض غزوات کا علم نہ ہوا ہو۔

غزوہ ابواء :

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس تشریف لے گئے۔ شروع صفر ۲ھ میں ساٹھ مہاجرین کو جن میں کوئی انصاری نہ تھا اپنے ہمراہ لے کر قافلہ قریش اور بنو ضمرہ پر حملہ کرنے کے لئے ابواء کی طرف روانہ ہوئے۔ سعد بن عبادہؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اس غزوے میں جھنڈا حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابواء پہنچے تو قریش کا قافلہ نکل چکا تھا۔ بنی ضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو سے صلح کر کے واپس ہوئے۔ کچھ شرائط طے ہوئیں۔ اور وہ یہ کہ بنو ضمرہ مسلمانوں کے ساتھ نہ جنگ کریں گے اور نہ مسلمانوں کے خلاف کسی دشمن کی مدد کریں گے، اور ضرورت کے وقت مسلمانوں کی مدد کریں گے، اس سفر میں قتال کی نوبت نہیں آئی،

غزوہ بواط :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہوا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ مکہ جا رہا ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ربیع الاول ۲ھ یا ربیع الثانی میں دو سو صحابہ کرام کو لے کر قریش کے اس قافلے پر حملہ کرنے کیلئے بواط کی طر

روانہ ہوئے اور سائب بن عثمان بن مظعونؓ کو جو سابقین اولین اور مہاجرین حبشہ میں سے ہیں مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ قریش کے قافلہ میں ڈھائی ہزار اونٹ تھے اور امیہ بن خلف اور سو آدمی قریش کے تھے، جب وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ قافلہ نکل چکا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر جنگ وجدال مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

غزوہ عشیرہ:

اثناء جمادی الاولی ۲ھ میں آپ نے دو سو مہاجرین کو لے کر قریش کے قافلے پر حملہ کرنے کے لئے عشیری کی طرف خروج فرمایا۔ جو ینبع کے قریب ہے اور مدینہ میں ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ اور سواری کیلئے تیس (۳۰) اونٹ تھے، جس پر صحابہ نوبت بہ نوبت سوار ہوتے تھے۔ وہاں پہنچنے سے کئی روز پہلے قافلہ نکل چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ جمادی الاولی اور جمادی الاخریٰ کے چند ایام وہیں قیام پزیر رہے، اور بنی مدلج سے معاہدہ کر کے بغیر جنگ کے واپس ہوئے۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلا کونسا غزوہ پیش آیا۔ محمد بن اسحاق اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ سب سے پہلا غزوہ ابواء پھر بواط پھر عشیرہ اور اسی ترتیب کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں اختیار فرمایا ہے، اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ پہلا غزوہ غزوہ عشیرہ ہے۔

غزوہ بدر اولیٰ :

غزوہ عشیرہ سے واپسی کے بعد تقریباً دس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا ہوگا، کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر شب وخون مارا اور لوگوں کی اونٹ اور بکریاں لے بھاگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سنتے ہی اس کے تعاقب میں مقام سفوان تک گئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے وہ وہاں سے نکل چکا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینے کی طرف مراجعت فرمائی، مقام سفوان بدر کے قریب ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے بدر تک گئے، اس لئے اس غزوہ کو غزوہ بدر اولیٰ کہتے ہیں، اس وقت مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نائب زید بن حارثہؓ کو بنایا تھا، کرز بن جابر بعد میں مسلمان ہوئے اور فتح مکہ میں شہید ہوئے۔

غزوہ بدر کبریٰ:۔

یہ غزوہ غزوات اسلام میں سب سے بڑا غزوہ ہے اس لئے کہ اسلام کی عزت وشوکت کی ابتداء اور کفر اور شرک کی

ذلت کی ابتداء بھی اس غزوہ سے ہوئی۔اور مسلمانوں کو بے سارو سامانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی فتح نصیب فرمائی، اور کفر اور شرک پر ایسی کاری ضرب لگی کہ کفر کی دماغ کی ہڈی چور چور ہوگئی میدان بدر جس کا شاہد عدل اب تک موجود ہے

شروع رمضان میں رسول علیہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان قریش کے قافلہ تجارت کو شام سے مکہ واپس لا رہا ہے جو مال واسباب سے بھرا ہوا ہے، آپ علیہ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے اس کی خبر دی اور فرمایا یہ قریش کا کاروان تجارت ہے جو مال واسباب سے بھرا ہوا ہے تم اسکی طرف نکلو۔عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہ قافلہ غنیمت میں عطا فرمائے، چونکہ جنگ وجدال اور قتل وقتال کا وہم گمان بھی نہ تھا اس لئے بلا کسی جنگی تیاری اور اہتمام کے نکل کھڑے ہوئے، ابوسفیان کو اندیشہ لگا ہوا تھا۔اور ہر راہ گیر سے آپ علیہ ﷺ کے حالات اور خبریں دریافت کرتا۔یہاں تک کہ بعض مسافروں سے اس کو یہ خبر ملی کہ محمد علیہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو تیرے قافلے کی طرف خروج کا حکم دیا ہے تو ابوسفیان نے اسی وقت ضمضم غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا اور کہا کہ قریش کو اطلاع دو کہ جس قدر ممکن ہو اپنے قافلے کی خبر لو اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں۔

آنحضرت علیہ ﷺ اور صحابہ کرام کی روانگی:۔

چنانچہ بارہ (۱۲) رمضان المبارک کو رسول اللہ علیہ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تین سو تیرہ یا چودہ یا پندرہ صحابہ آپ علیہ ﷺ کے ساتھ تھے۔بے سرسامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام کا اور ایک حضرت مقدادؓ کا تھا۔اور ایک ایک اونٹ دو دو تین تین آدمیوں میں شریک تھا، باری باری سواری کرتے تھے، ابولبابہؓ اور علیؓ رسول اللہ علیہ ﷺ کے شریک تھے۔

بیر ابی عتبہ پر پہنچ کر (جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر ہے) تمام جماعت کا معائنہ فرمایا جو کم عمر تھے ان کو واپس فرمادیا۔مقام روحاء میں پہنچ کر ابولبابہ عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر واپس کیا۔

اس لشکر میں تین علم تھے ایک حضرت علی المرتضیٰؓ کے ہاتھ میں دوسرا مصعب بن عمیرؓ اور تیسرا کسی انصاری کے ہاتھ میں تھا۔جب مقام صفراء کے قریب پہنچے تو بسبس بن عمرو جہنیؓ اور عدی بن ابی الزغباء جہنیؓ کو قافلہ ابی سفیان کے تجسس کے لئے آگے روانہ کیا۔ادھر جب ضمضم غفاری ابوسفیان کا پیام لے کر مکہ پہنچا۔تو تمام مکہ میں ہل چل مچ

گئی۔ کیونکہ قریش کا کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا تھا جس کی سرمایہ اس میں شریک نہ ہو۔ اس خبر کے سنتے ہی ایک ہزار آدمی پورے ساز و سامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے ابو جہل اس لشکر کا سردار تھا۔ روحا سے چل کر آپ مقام صفراء پر پہنچے تو بسبسؓ اور عدیؓ نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی روانگی کی اطلاع دی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو مشورے کے لئے جمع فرمایا، اور قریش کی روانگی کی خبر دی۔ حضرت ابو بکرؓ سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جانثاری فرما دی اور دل و جان سے اطاعت کیلئے کمر بستہ ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جان و نثاری فرمایا۔

حضرت مقداد بن اسودؓ کی جان نثارانہ تقریر: **امض لما امرک اللہ فنحن معک واللہ لا نقول کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون لکن اذھب انت و ربک فقاتلا انا معکما مقاتلون۔** یا رسول اللہ جس چیز کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہ کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جا کر لڑ لو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کے خلاف یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا پروردگار جہاد و قتال کرے ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد و قتال کریں گے۔ یہ ابن اسحاق کی روایت ہے اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں **ولکنا نقاتل عن یمینک و عن شمالک و بین یدیک و خلفک۔**

ہم آپ کے دائیں اور بائیں آگے اور پیچھے سے لڑیں گے مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب نے متفقہ طور پر یہ کہا۔ یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہ کہیں گے، ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں،

ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو لیکر بدر پہنچ گئے مگر قریش نے پہلے پہنچ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ کر لیا۔ بخلاف مسلمانوں کے نہ انکو پانی ملا نہ مناسب جگہ ریتیلا میدان تھا لیکن حق تعالیٰ نے باران رحمت نازل فرمائی جس سے تمام ریت جم گئی اور مسلمانوں نے اپنے لئے پانی جمع کیا۔ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کی تیاری کی اور سعد بن معاذؓ کی رائے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ٹیلہ پر ایک چھپر بنایا گیا یہ چھپر ایک ایسے ٹیلے پر بنایا گیا جس پر کھڑے ہو کر تمام میدان کارزار نظر آتا تھا۔ بعد ازاں آپ نے اصحاب کی صفوں کو سیدھا کیا ادھر کفار کی

صفیں تیار تھیں ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ اور جمعہ کا دن ہے ایک طرف حق کی جماعت اور دوسری طرف باطل کی جماعت میدان فرقان کی طرف بڑھی۔ جب آنحضرت ﷺ نے قریش کی بڑی جماعت کو پورے سازوسامان کے ساتھ میدان کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اللھم ھذہ قریش قد اقبلت بخیلا ئھا وفخرھا تحادک وتکذب رسولک اللھم فنصرک الذی وعدتنی اللھم احنھم الغداۃ ۔اے اللہ یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے پیغمبر کو جھٹلاتا ہے اے اللہ اپنی فتح ونصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا، اور اے اللہ ان کو ہلاک کر۔

آغاز جنگ : جب جنگ کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے مشرکین میں سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا اور اپنا مبارز طلب کیا۔ لشکر اسلام سے تین شخص مقابلے کے لئے نکلے ۔ عوفؓ معوذؓ پسران حارث اور عبداللہ بن رواحہؓ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا' رھط من الانصار ، گروہ انصار میں سے ہیں عتبہ نے کہا' ما لنا بکم من حاجۃ 'ہم کو تم سے مطلب نہیں ہم تو اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں اور آواز دی۔ 'یا محمد اخرج الینا اکفاء نا من قومنا' اے محمد ہماری قوم میں سے ہماری جوڑ کے ہم سے لڑنے کو بھیج آنحضرت ﷺ نے انصار کو حکم دیا صف کی طرف واپس آجائیں اور حضرت علی حضرت حمزہؓ اور عبیدۃ بن حارثؓ کو نام لے کر مقابلے کے لئے نکلنے کا حکم فرمایا جب یہ حضرات مقابلے کے لئے نکلے تو عتبہ نے کہا' نعم اکفاء کرام 'ہاں تم ہمارے جوڑ اور برابر کے ہو اور محترم ہو۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔ اسلام کے شیروں نے ان تینوں کافروں کو جہنم کے گھاٹ اتار دیا۔ اور عبیدۃؓ زخمی ہو گئے، ان تینوں کافروں کے قتل ہونے کے بعد میدان کارزار گرم ہو گیا تو آپ ﷺ بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے

اللھم انجز لی ما وعدتنی اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ

من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض

اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے پورا فرما، اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری عبادت نہ ہوگی۔ دیر تک ہاتھ پھیلائے یہ دعا فرماتے رہے۔

اہل اسلام کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نزول:۔

مسلمانوں کی امداد کے لئے اول حق تعالیٰ نے ایک ہزار پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے اتارے، جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ملکر جہاد کیا، اور قریش کے بڑے بڑے سردار اس جنگ میں مارے گئے۔

بحمداللہ تعالیٰ فتح مبین پر لڑائی کا خاتمہ ہوا قریش کے ستر آدمی قتل اور ستر گرفتار ہوئے۔ مقتولین کی لاشوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔ مگر امیۃ بن خلف کی لاش اس قدر پھول گئی تھی کہ جب اسے اٹھانے کا ارادہ کیا تو اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اسکو وہیں مٹی میں دبا دیا گیا۔

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے اس فتح مبین کی بشارت اور خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ منورہ قاصد روانہ فرمائے اہل عالیہ کی طرف عبداللہ بن رواحہ کو اور اہل سافلہ کی طرف زید بن حارثہؓ کو روانہ فرمایا۔ اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں یہ بشارت اس وقت ہمارے کانوں میں پہنچی جس وقت کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ کی تدفین کر رہے تھے، ان کی تیمارداری کے لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو مدینہ چھوڑا تھا، اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ بدر میں شریک نہ ہو سکے، مگر چونکہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے آپ مدینہ میں رہے تھے، اس لیے حضرت عثمانؓ حکماً بدر میں شریک تھے۔

مال غنیمت کی تقسیم:

فتح کے بعد آنحضرت ﷺ نے بدر میں تین روز قیام فرمایا۔ تین روز قیام کے بعد مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مال غنیمت عبد بن کعبؓ کے سپرد فرمایا اور مقام صفراء میں پہنچ کر مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ اور قیدیوں کو مدینہ منورہ پہنچ کر صحابہ میں تقسیم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ قیدیوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کرو۔ آٹھ صحابہ ایسے تھے جو اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکے تھے لیکن اہل بدر میں شمار کیے گئے، آنحضرت ﷺ نے مال غنیمت میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کے بعد فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا اور اس جنگ میں چودہ صحابہ کرام بھی شہید ہوئے۔

غزوہ قرقرۃ الکدر:۔

غزوہ بدر کی مراجعت کے بعد شروع شوال میں سلیم اور غطفان کے اجتماع کی خبر پا کر آپ ﷺ نے دو سو

ساتھیوں کے ساتھ خروج فرمایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چشمہ کدر پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمنان اسلام پہلے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پا کر نکل چکے تھے۔ تین روز قیام فرما کر بغیر جنگ وجدال کے واپس آ گئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ ان کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ جو غنیمت میں پانچ سو اونٹ لے کر واپس ہوا۔

غزوہ بنی قینقاع:۔ ۱۵ شوال یوم شنبہ ۲ھ

بنی قینقاع عبداللہ بن سلامؓ کے برادری کے لوگ تھے نہایت شجاع اور بہادر تھے، زرگری کا کام کرتے تھے شوال کی پندرہ یا سولہ تاریخ کو بروز شنبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بازار میں تشریف لے گئے اور سب کو جمع کر کے وعظ فرمایا

"یا معشر یهود احذروا من اللہ مثل ما نزل بقریش من النقمة واسلموا فانكم

قد عرفتم انی نبی مرسل تجدون ذلک فی کتابکم وعهدالله اليكم"

اے گروہ یہود اللہ سے ڈرو جیسے بدر میں قریش پر خدا کا عذاب نازل ہوا کہیں اسی طرح تم پر نازل نہ ہو۔ اسلام لے آؤ اس لئے کہ تحقیق تم خوب پہچانتے ہو میں بالیقین اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں جس کو تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو۔ اور اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔

یہود سنتے ہی مشتعل ہو گئے اور یہ جواب دیا کہ آپ غرہ میں ہرگز نہ رہنا کہ ایک ناواقف اور ناتجربہ کار قوم قریش سے مقابلہ میں آپ غالب آ گئے واللہ ہم سے مقابلہ ہوا خوب معلوم ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو بنی قینقاع اور بنی قریظہ اور بنو نضیر سے یہ معاہدہ ہوا تھا ہم نہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ کے دشمن کو کسی قسم کی مدد دیں گے مگر سب سے پہلے بھی بنی قینقاع نے عہد شکنی کی۔ اور جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔

یہ لوگ مضافات مدینہ میں رہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اپنے بجائے ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاریؓ کو مقرر فرما کر بنی قینقاع کی طرف خروج فرمایا۔ ان لوگوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ دن تک ان کا محاصرہ فرمایا، بالآخر مجبور ہو کر سولہویں روز یہ لوگ قلعہ سے اتر آئے چنانچہ

راس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی الحاء وزاری کی وجہ سے قتل سے تو درگزر فرمایا مگر مال واسباب لے کر جلاوطنی کا حکم دیا اور مال غنیمت لے کر مدینہ منورہ واپس ہوئے، ایک خمس خود لیا اور چار خمس غانمین پر تقسیم فرمایا۔ بدر کے بعد یہ پہلا خمس تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لیا۔

غزوہ سویق ۵ ذی الحجہ ۲ھ

بدر سے جب مشرکین کا شکست خوردہ لشکر مکہ پہنچا۔ تو ابوسفیان بن حرب نے یہ قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پر حملہ نہ کرلوں گا اس وقت تک جنابت نہ کروں گا چنانچہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے شروع ذی الحجہ میں دو سو (۲۰۰) سواروں کو لےکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا مقام عریض میں پہنچ کر جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ایک کھجور کے باغ میں گھسے۔ وہاں دو شخص زراعت کے کام میں مصروف تھے ایک شخص انصار میں سے تھا اور دوسرا اجیر تھا ان دونوں کو قتل کیا اور کچھ درخت جلائے اور سمجھے کہ ہماری قسم پوری ہوگئی۔ اور بھاگ گئے، آنحضرت ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو پانچ ذی الحجہ مہاجرین اور انصار کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے مگر کوئی ہاتھ نہ آیا یہ لوگ پہلے ہی نکل بھاگ گئے تھے، چلتے وقت بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے جو تھیلے ہمراہ لائے تھے۔ وہ چھوڑ گئے تھے وہ سب مسلمانوں کو ہاتھ آئے اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق ہے یعنی ستو والا غزوہ۔

غزوہ غطفان:

جس کو غزوۂ انمار اور غزوۂ ذی امر بھی کہتے ہیں۔ غزوہ سویق سے واپسی کے بعد ذی الحجہ آپ ﷺ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے۔ اسی دوران آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب (جو کہ قبلیہ غطفان کی شاخیں ہیں) نجد میں جمع ہورہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ اطراف مدینہ میں لوٹ ڈالیں اور دعثور غطفانی ان کا سردار تھا ماہ محرم الحرام ۳ھ میں آپ ﷺ نے غطفان پر چڑھائی کی غرض سے نجد کی طرف خروج فرمایا اور مدینہ میں عثمان بن عفانؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور چار سو پچاس صحابہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے غطفانی آپ کی خبر سنتے ہی پہاڑوں میں منتشر ہوگئے صرف بنی ثعلبہ کا ایک شخص ہاتھ آیا صحابہ اس کو پکڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں لائے آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور وہ اسلام لے آیا۔ صفر کا پورا مہینہ وہیں گزارا، بلا جنگ وجدال کے ربیع الاول میں مدینہ تشریف لائے۔

غزوہ بحران:

ربیع الثانی ۳ھ میں آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ مقام بحران جو حجاز کا معدن ہے وہاں بن سلیم اسلام کی مخالفت پر جمع ہو رہے ہیں، آپ ﷺ نے خبر پاتے ہی تین سو صحابہ کی معیت میں بحران کی طرف خروج فرمایا، اور مدینہ پر عبداللہ بن ام مکتومؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا، وہ لوگ آپ ﷺ کے آنے کی اطلاع سنتے ہی نکل بھاگے اور آپ ﷺ بغیر جنگ کے واپس مدینہ تشریف لائے۔

غزوہ احد:

قریش مکہ جب بدر سے بری طرح شکست کھا کر مکہ واپس ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ کاروان تجارت جس کو ابوسفیان ساحلی راستے سے بچا کر نکال لایا تھا وہ مع اصل سرمایہ اور زر منافع دار الندوہ میں بطور امانت محفوظ ہے۔ بدر کی اس شکست اور ذلت کا زخم ہر ایک شخص کے دل میں تھا جذبہ انتقام سے ہر شخص کا سینہ لبریز تھا سرداران قریش ایک مجلس میں جمع ہوئے کہ کاروان تجارت بطور امانت محفوظ ہے اس میں سے اصل سرمایہ تمام شرکاء پر بقدر حصص تقسیم کر دیا جائے اور زر منافع محمد ﷺ سے جنگ کی تیاری میں صرف کیا جائے تا کہ مسلمانوں سے اپنا بدلہ لے لیں۔ بیک آواز سب نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور زر منافع پچاس ہزار دینار تھی وہ سب اس کام کے لئے جمع کر دیا گیا۔

غرض یہ کہ قریش نے خوب تیاری کی اور عورتوں کو بھی ہمراہ لیا تا کہ وہ رجزیہ اشعار سے لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں اور بھاگنے والوں کو غیرت دلائیں۔ اسی طرح تین ہزار آدمیوں کا لشکر جمع ہو گیا جن میں سے سات سو زرہ پوش تھے اور دو سو گھوڑے اور تین سو اونٹ اور پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں یہ تین ہزار کا لشکر ابوسفیان کی سرکردگی میں پانچ شوال ۳ھ کو مکہ سے روانہ ہوا۔ حضرت عباسؓ اس وقت مکہ میں تھے یہ تمام حالات لکھ کر نبی کریم ﷺ کے پاس ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ روانہ کئے اور قاصد کو یہ تاکید کی کہ تین دن کے اندر اندر کسی طرح آپ ﷺ کے پاس خط پہنچا دے۔

یہ خبر پاتے ہی آپ ﷺ نے حضرت انس اور مونس رضی اللہ عنہما کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے آکر یہ اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آ پہنچا ہے۔ بعد ازاں حباب بن منذر کو ان

کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا حباب نے آکر ٹھیک اندازہ اور صحیح تخمینہ سے اطلاع دی۔ جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا اکابر مہاجرین اور انصار نے یہ مشورہ دیا کہ مدینہ میں پناہ گزیں ہو کر مقابلہ کیا جائے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ہے کہ ذبح کی جارہی ہے۔ جس کی تعبیر یہ ہے مدینہ بمنزلہ مضبوط زرہ کے ہے اور ذبح بقر سے اس طرف اشارہ ہے کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ شہید ہو جائیں گے لہٰذا میری رائے مدینہ میں قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا جائے اور خواب میں یہی دیکھا، کہ میں نے تلوار کو ہلایا اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ گیا پھر اسی تلوار کو دوبارہ ہلایا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ ہوگئی، راس المنافقین عبداللہ بن ابی کی بھی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر ان کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن بعض نوجوان جو بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے، بعض اکابر صحابہ ان کی رائے یہ ہوئی کہ مدینہ سے باہر نکل کر ان پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریفہ میں تشریف لے گئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی آپ کے ساتھ حجرہ میں گئے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو زرہیں پہن کر اور مسلح ہو کر باہر تشریف لے آئے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے غلطی سے خلاف مرضی مبارک اصرار کیا جو ہمارے لئے کسی طرح مناسب نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی رائے پر عمل فرمائیں آپ نے فرمایا کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ہتھیار لگا کر اتار دے یہاں تک کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ نہ کرے۔ اس کے بعد ۱۱ شوال یوم جمعہ نماز عصر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آپ گھوڑے پر سوار تھے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما زرہ پہنے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے تھے۔ اور سب مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں چلتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کو لے کر احد کے قریب پہنچے تو راس المنافقین عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کی جماعت اپنے ہمراہ لایا تھا یہ کہہ کر واپس ہوگیا، کہ آپ نے میری رائے نہیں مانی۔ ہم بلاوجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں یہ جنگ نہیں ہے اگر ہم اس کو جنگ سمجھتے تو تمہارا ساتھ دیتے انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ولیعلم الذین نافقو وقیل لھم تعالو اقا تلوافی سبیل اللہ اودفعوا قا لو الو نعلم قتا لا لا اتبعنکم ھم للکفر یو منذ اقرب منھم للایمان یقولون با فواھھم ما لیس فی قلو بھم واللہ اعلم

بما یکتمون (آل عمران آیۃ ۱۶۷)

اب نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے جن میں صرف سو آدمی زرہ پوش تھے اور سارے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ ابھی آپ ﷺ مقام شیخین ہی میں تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا حضرت بلالؓ نے اذان دی آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی، شب کے آخری حصہ میں آپ ﷺ نے کوچ فرمایا جب احد کے قریب پہنچے صبح کی نماز کا وقت ہو گیا حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا، حضرت بلالؓ نے اذان دی آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر لشکر کی جانب متوجہ ہوئے مدینہ کو سامنے اور احد کو پس پشت رکھ کر صفوں کو مرتب فرمایا۔ اس کے بعد پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل احد کے پیچھے بٹھا دیا تا کہ قریش پشت سے حملہ نہ کر سکیں اور عبداللہ بن جبیرؓ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اگر ہم کو مشرکین پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اگر مشرکین کو ہم پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نہ ہٹنا اور نہ ہماری مدد کے لئے آنا۔ قریش کا لشکر چہارشنبہ کو مدینہ پہنچ کر احد کے دامن میں پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ جس کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے اور پندرہ خواتین ہمراہ تھیں۔ قریش نے اپنے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو اور پیادوں پر صفوان بن امیہ کو اور کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص کو اور تیر اندازوں پر عبداللہ بن ربیعہ کو افسر مقرر کیا بعد میں چل کر قریش کے یہ پانچوں امراء لشکر مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ عنھم چنانچہ جنگ کا آغاز ہوا قریش کی طرف سے سب سے پہلے میدان جنگ میں ابو عامر نکلا جو زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس کا سردار تھا۔ اور للکار کر کہا یا معشر الاوس انا ابو عامر اے گروہ اوس میں ابو عامر ہوں خدا اوس کی آنکھیں ٹھنڈی کرے فوراً جواب دیا اے خدا کے فاسق اور نافرمان خدا کبھی تیری آنکھیں ٹھنڈی نہ کرے یہ جواب سن کر ابو عامر واپس ہو گیا اور جا کر کہا میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی۔ اس کے بعد دوسرا مبارز مشرکین کی طرف سے طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور مسلمانوں کو للکارا۔ مسلمانوں کیطرف سے حضرت علیؓ مقابلے کے لئے نکلے اور تلوار چلائی جس سے اسکا پیر کٹ گیا اور منہ کے بل گر گیا اور ستر کھل گیا حضرت علیؓ شرم کے مارے پیچھے ہٹ گیا۔ اسی طرح ان کے آدمیوں کو انفرادی مقابلے میں ناکامی ہوئی، اس کے بعد سباع بن عبدالعزی نے کہا ھل من مبارز! ہے کوئی میرا مقابلہ کرنے والا۔ حضرت حمزہؓ اس کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے اے سباع، اے عورتوں کی

ختنہ کرنے والی عورت کے بچے تو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایک وار کیا ایک ہی وار میں اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ وحشی حضرت حمزہؓ کی تاک میں ایک پتھر کے نیچے چھپا بیٹھا تھا جب حضرت حمزہؓ ادھر سے گزرے تو وحشی نے پیچھے سے نیزہ مارا جو پار ہو گیا اور حضرت حمزہؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

مسلمانوں کے دلیرانہ اور جان بازانہ حملوں سے قریش کے میدان جنگ سے پیر اکھڑ گئے اور ادھر اُدھر منہ چھپا کر اور پشت دکھا کر بھاگنے لگے اور عورتیں بھی پریشان اور بدحواس ہو کر پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ تیراندازوں کی اس جماعت نے جو کہ درہ کی حفاظت کے لئے بٹھائی گئی تھی جب یہ دیکھا کہ فتح ہو گئی اور مسلمان مال غنیمت میں مشغول ہیں یہ بھی اسی طرح بڑھے ان کے امیر عبد اللہ بن جبیرؓ نے بہت روکا اور کہا کہ آپ ﷺ نے تاکید فرمائی تھی کہ تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور مرکز چھوڑ کر غنیمت جمع کرنے والی جماعت میں جا ملے۔ مرکز پر صرف عبداللہ بن جبیرؓ اور دس آدمی رہ گئے حکم نبوی کے خلاف کرنا تھا کہ یکا یک فتح شکست سے بدل گئی خالد بن ولید نے جو اس وقت مشرکین کے میمنہ پر تھے درہ کو خالی دیکھ کر پشت پر سے حملہ کر دیا عبداللہ بن جبیرؓ مع اپنے ساتھیوں کے شہید ہوئے۔ مشرکین کے اس ناگہانی حملہ سے مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور دشمنان خدا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آپہنچے۔ مسلمانوں کے علمبردار مصعب بن عمیرؓ شہید ہو گئے آپ ﷺ نے علم حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔ چونکہ مصعب بن عمیرؓ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اس لئے کسی شیطان نے یہ افواہ اڑا دی کہ نصیب دشمناں ﷺ شہید ہو گئے اس لئے تمام مسلمانوں میں اضطراب پھیل گیا اور اس خبر وحشت کے سنتے ہی سب کے سب بدحواس ہو گئے اور اس بدحواسی میں دوست اور دشمن کا بھی امتیاز نہ رہا اور آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلنے لگی۔

حضرت حذیفہؓ کے والد یمان رضی اللہ عنہ بھی اس کشمکش میں شہید ہوئے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے موقع پا کر آنحضرت ﷺ پر ایک پتھر پھینکا جس سے نیچے کا دندان مبارک شہید اور نیچے کا لب مبارک زخمی ہوا۔ عبداللہ بن قمیہ جو قریش کا مشہور پہلوان تھا آپ پر اس زور سے حملہ کیا کہ رخسار مبارک زخمی ہوا اور خود کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئیں۔ عبداللہ بن شہاب زہری نے پتھر مار کر پیشانی مبارک کو زخمی کیا چہرہ انور سے خون بہنے لگا۔ تو مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے تمام خون چوس کر چہرہ انور کو صاف کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا تجھ کو

جہنم کی آگ ہرگز نہ لگے گی۔

شہداء احد کی تجہیز و تکفین:

اس غزوے میں ستر صحابہ کرام شہید ہوئے جن میں اکثر انصار تھے۔ بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ کفن کی چادر بھی پوری نہ تھی چنانچہ مصعب بن عمیرؓ کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا کہ کفن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ سر اگر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے تھے، اگر پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ بالآخر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ سر ڈھانک دو اور پیروں پر اذخر (ایک گھاس ہوتی ہے خوشبودار) ڈال دو۔ اور یہی واقعہ سید الشہد احضرت حمزہؓ کے ساتھ بھی پیش آیا اور بعض کے لئے یہ بھی میسر نہ آیا دو دو آدمیوں کو ایک ہی چادر میں کفن دیا گیا۔ اور دو دو تین تین کو ملا کر ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ بعض صحابہ نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے عزیز شہیدوں کو مدینہ لے کر دفن کریں !!!! لیکن رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔ اور حکم دیا کہ جہاں شہید ہوئے وہیں دفن کئے جائیں۔

غزوہ حمراء الاسد! ۱۶ شوال یوم یکشنبہ ۳ ھ

قریش جب جنگ احد سے واپس ہوئے اور مقام روحاء میں ٹھہرے تو یہ خیال آیا کہ کام ناتمام رہا۔ جب ہم محمد کے بہت سے اصحاب کو قتل کر چکے اور بہت سوں کو زخمی کیا ہے۔ تو دوبارہ مدینہ پر حملہ کیا جائے اور مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔ آنحضرت ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت بلالؓ کو بھیج کر تمام مدینہ میں منادی کرادی۔ کہ خروج کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور فقط وہی لوگ چلیں جو معرکہ احد میں شریک تھے۔ چنانچہ ۱۶ شوال یوم یکشنبہ کو مدینہ سے چل کر آپ ﷺ نے مقام حمراء الاسد پر قیام فرمایا جو مدینے سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر ہے۔ قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی احد کی شکست کی خبر سن کر بغرض تعزیت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے ان اصحاب کی تعزیت کی جو احد میں شہید ہوئے۔ معبد آپ ﷺ سے رخصت ہو کر ابوسفیان سے جا کر ملا ابوسفیان نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ کہ مدینہ پر دوبارہ حملہ کیا جائے۔ معبد نے کہا محمد تو بڑی عظیم الشان جماعت لے کر تمہارے مقابلے کے لئے نکلے ہیں ابوسفیان یہ سنتے ہی مکہ واپس ہو گیا رسول اللہ ﷺ تین دن قیام فرما کر جمعہ کے روز مدینہ تشریف لائے۔

غزوہ بنی نضیر ربیع الاول ۴ھ

حضرت عمرو بن امیہ ضمری جب بیر معونہ سے واپس مدینہ آئے تو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی ساتھی شہید ہو گئے تھے۔ راستے میں بنی عامر کے دو مشرک ساتھ ہوئے مقام قناۃ میں پہنچ کر ایک باغ میں سو گئے۔ تو عمرو بن امیہ نے یہ سمجھ کر کہ ان کے سردار عامر بن طفیل نے ستر مسلمان شہید کئے ہیں ان میں سے بعض کا انتقام لے لوں۔ اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ہمارا عہد پیمان تھا چنانچہ آپ نے ان دونوں شخصوں کی دیت روانہ فرمائی۔ بنو نضیر چونکہ بنو عامر کا حلیف تھا اس لئے از روئے معاہدہ دیت کا کچھ حصہ جو بنو نضیر کے ذمے واجب ادا تھا اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیت میں امداد کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے بعض صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے بنو نضیر نے بظاہر خندہ پیشانی سے جواب دیا لیکن اندرونی یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک بھاری پتھر گرا دے تاکہ آپ کا کام ہی تمام ہو جائے۔ چنانچہ کچھ دیر نہ گزری کہ جبرائیل امین وحی لے کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مشورے سے مطلع کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لائے یہود کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کا علم ہوا تو بہت نادم ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں مدینہ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی غداری سے مطلع فرمایا اور بنو نضیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر بنو نضیر کی طرف روانہ ہوئے اور جا کر ان کا محاصرہ کیا وہ قلعوں میں گھس کر دروازے بند کر لئے۔ اور مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی ان کو ہمت نہ ہوئی۔ پندرہ روز تک ان کو محاصرے میں رکھا اور ان کے باغوں اور درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔ اور ان کو دس دن کی مہلت دی مدینہ خالی کرنے کی اور ان کو اجازت دی کہ جتنا مال لے جا سکتے ہیں لے جاؤ چنانچہ وہ مدینہ چھوڑ کر خیبر میں جا کر ٹھہرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال مہاجرین میں تقسیم فرمایا۔

غزوہ ذات الرقاع جمادی الاول ۴ھ

جمادی الاولیٰ ۴ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ بنی محارب اور بنی ثعلبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں لشکر جمع کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سو صحابہ کی جماعت ہمراہ لے کر نجد کی طرف روانہ ہوئے جب

آپ ﷺ نجد پہنچے تو کچھ لوگ قبیلہ غطفان کے ملے مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی آنحضرت ﷺ نے وہاں لوگوں کو صلاۃ الخوف پڑھائی۔

غزوۂ بدر موعد شعبان ۴ھ

غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی کے بعد آخر رجب تک آپ مدینہ ہی میں مقیم رہے احد کے واپسی کے وقت چونکہ ابوسفیان سے وعدہ ہو چکا تھا کہ آئندہ سال بدر میں لڑائی ہوگی۔اس بناء پر آنحضرت ﷺ پندرہ سو صحابہ کو اپنے ہمراہ لے کر ماہ شعبان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے بدر پہنچ کر آٹھ روز تک ابوسفیان کا انتظار فرمایا۔

ابوسفیان بھی اہل مکہ کو لے کر مسر الظہر ان تک پہنچا لیکن مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی، اور یہ کہہ کر واپس ہوا کہ یہ سال قحط اور گرانی کا ہے۔آنحضرت ﷺ آٹھ روز انتظار کے بعد جب مقابلہ سے ناامید ہوئے تو بلا جنگ وجدال مدینہ واپس ہوئے۔

غزوۂ دومۃ الجندل :

ماہ ربیع الاول میں آپ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ دومۃ الجندل کے لوگ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔آپ ﷺ نے ایک ہزار صحابہ کی جماعت کو ہمراہ لے کر ۲۵ ربیع الاول ۵ھ کو دومۃ الجندل کی طرف خروج فرمایا وہ لوگ خبر سنتے ہی منتشر ہو گئے۔لہٰذا آپ بلا جدال وقتال کے واپس ہوئے اور ۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ میں داخل ہوئے

غزوہ مریسیع یا بنی المصطلق ۲ شعبان دوشنبہ ۵ھ

آنحضرت ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حارث بن ابی ضرار سردار بنی المصطلق نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہے آپ ﷺ نے بریدہ بن حصیب اسلمیؓ کو خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا بریدہؓ نے آکر بیان کیا کہ خبر صحیح ہے آپ ﷺ نے صحابہ کو خروج کا حکم دیا صحابہ فوراً تیار ہو گئے تیس گھوڑے ہمراہ لئے اس مرتبہ مال غنیمت کے طمع میں منافقین کا بھی ایک کثیر گروہ ہمراہ ہولیا مدینہ میں زید بن حارثہؓ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور ازواج میں سے ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو ساتھ لیا اور دو شعبان کو مریسیع کی طرف خروج فرمایا۔تیز رفتاری کے ساتھ چل کر ناگہاں اور اچانک ان پر حملہ کر دیا اس وقت وہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے حملہ کی تاب نہ لا سکے دس آدمی ان کے قتل ہوئے باقی مرد وعورت بچے اور بوڑھے سب گرفتار کر

لئے گئے۔ مال واسباب قبضے میں لیا گیا دو ہزار اونٹ، اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ اور دو سو گھرانے قید ہوئے۔ انہی قیدیوں میں سردار بنی المصطلق کی بیٹی جویریہ بھی تھیں۔ بعد میں جویریہ آنحضرت ﷺ کے عقد نکاح میں آئیں اس لئے سب کو آزاد کر دیا گیا اسی سفر سے واپسی میں واقعہ افک پیش آیا۔

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے اسی غزوہ میں واپسی پر آیت تیمم نازل ہوئی۔

غزوۂ خندق واحزاب :

اس غزوہ کا باعث اور سبب یہ ہوا کہ یہودی بنی نضیر مدینہ سے نکالے گئے تو خیبر پہنچ کر اسلام کے خلاف سازشی جال کے تانے بانے بننے لگے۔ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ تو استیصال اسلام کے لئے اس کی رگوں میں سازش کا خون دوڑنے لگا۔ قریش سے کہا یہی وقت ہے کہ اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے قریش اس بات پر آمادہ ہو گئے، ارگرد کے قبائل بنو اسد، بنو غطفان اور بنو سعد بھی تیار ہو گئے دس ہزار کا لشکر شجر اسلام کی جڑ کاٹنے کے ارادے سے مدینے کی طرف بڑھا۔ قریش کی تعداد چار ہزار تھی۔ ان کے پاس تین سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ تھے، آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا جنگ کے بارے میں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے فارس کے دفاعی جنگ کا طریقہ بتایا کہ مدینے کی جس جانب سے حملے کا خطرہ ہے اس جانب خندق کھودی جائے، یہ شام کی جانب کا حصہ تھا آنحضرت ﷺ نے خود خندق کے حدود متعین فرمائے، خندق کی گہرائی تقریباً ساڑھے پانچ گز اور لمبائی ساڑھے تین میل رکھی گئی۔ دس دس افراد کی جماعتیں بنا کر دس دس گز زمین ہر آدمی کے ذمے لگائی گئی۔ یہ قحط کا زمانہ تھا۔ سردی کے دن تھے۔ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے آرہے تھے۔ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تین ہزار صحابہ کرام خندق کھود رہے تھے، جو جماعت اپنا حصہ مکمل کرتی دوسروں کے ساتھ شریک ہو جاتی۔ انحضرت ﷺ خود بھی خندق کھود رہے ہیں۔ چھ دن میں خندق کی تکمیل کر کے کوہ سلع کے قریب قافلہ اسلام صف آراء ہوا لشکر روندتا تے ہوئے پہنچا۔ تو خندق نے استقبال کیا یہ استقبال ان کے لئے نیا بھی تھا اور پریشان کن بھی۔ طرفین سے تیر اندازی شروع ہوئی بیس دن یا ایک ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اللہ کی نصرت یوں آئی کی بنو غطفان کے سردار نعیم بن مسعود اسلام لے آیا اور ایسی تدبیر کی جس سے کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ ادھر اس زور کی ہوا چلی۔ کہ کفار کے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں۔ چولہوں سے دیگچیاں الٹ گئیں سامان

بکھر گئے۔ جس سے بدحواس ہو کر صبح کے پھوٹنے سے پہلے ہی کفار کا لشکر واپس مکہ روانہ ہو گیا یہ ۲۳ ذی القعدہ ۵ھ کو چار شنبہ کا واقعہ ہے اس غزوہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے تین یا آٹھ کافر مارے گئے۔

غزوۂ بنی قریظہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے صبح کی نماز کے بعد واپس ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام مسلمانوں نے ہتھیار کھول دیئے۔ جب ظہر کا وقت قریب آیا تو جبرئیل امینؑ عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا کیا آپ نے ہتھیار اتار دیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جبرائیل امین نے کہا کہ فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں کھولے۔ اور نہ وہ ابھی واپس ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیا اور میں خود بنو قریظہ کی طرف جا رہا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ نماز عصر قریظہ میں پڑھنی ہے۔ تین ہزار کے لشکر نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا لشکر میں ۳۶ گھوڑے تھے پچیس دن محاصرہ جاری رہنے کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلے پر راضی ہو کر بنو قریظہ قلعوں سے اتر آئے حضرت سعدؓ کا فیصلہ تھا کہ ان کے مردوں کو قتل کیا جائے عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم ہو کہ اس طرح چار سو یہودیوں کا سر قلم کیا گیا۔

غزوۂ بنی لحیان:۔

یکم ربیع الاول ۶ھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس عاصم بن ثابت اور خبیب بن عدی اور دیگر شہداء رجیع کا بدلہ لینے کے لئے دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے بنو لحیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پاتے ہی بھاگ کر پہاڑوں میں جا کر چھپے ایک دو روز یہاں قیام فرمایا۔ اور اطراف وجوانب میں مہمیں روانہ کیں۔

غزوۂ ذی قرد :

ذی قرد ایک چشمے کا نام ہے جو بلاد غطفان کے قریب ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹوں کی چراہ گاہ تھی۔ عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کی ہمراہی میں اس چراگاہ پر چھاپا مارا اور آپ کی اونٹنیاں پکڑ کر لے گئے۔ اور حضرت ابوذرؓ کے صاحبزادے کو جو اونٹنیوں کی حفاظت پر متعین تھے قتل کر ڈالا اور حضرت ابوذرؓ کی بیوی کو ساتھ لے گئے، حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے ان کا تعاقب کیا، دوڑ کر ان کو پانی کے ایک چشمہ پر جا پکڑا ان پر تیر برسائے یہاں تک کہ تمام اونٹنیاں ان سے چھڑا لیں اور تیس یمنی چادریں ان سے الگ چھینیں۔ ان کے جانے بعد آنحضر

ت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سو یا سات سو آدمی لے کر روانہ ہوئے اور تیزی سے مسافت طے کر کے وہاں پہنچے اور آپ اپنے روانہ ہونے سے پہلے بھی چند سوار روانہ فرما چکے تھے ان لوگوں نے پہلے پہنچ کر ان کا مقابلہ کیا۔ دو آدمی مشرکین میں سے مارے گئے۔ اور مسلمانوں میں سے ایک شہید ہوئے۔ سلمہ بن اکوع؄ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسول کہ میں ان کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ آیا ہوں اگر سو آدمی مجھ کو مل جائیں تو سب کو گرفتار کر کے لا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا، اے اکوع جب تو مشرکین پر قابو پالے تو نرمی کر مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ روز قیام کے بعد مدینہ واپس روانہ ہوئے،

صلح حدیبیہ:

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے۔ جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ گاؤں مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے، پیر کے دن یکم ذی القعدہ ۶ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے اس سفر میں صحابہ کی تعداد تقریباً پندرہ سو تھی۔ لشکر اسلام نے ذو الحلیفہ سے عمرے کا احرام باندھا بشر بن سفیان کو جاسوس بنا کر آگے بھیجا، جنگ کا خیال نہ تھا کسی قسم کا سامان حرب اور سلاح جنگ ساتھ نہیں لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غدیر اشطاط پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس نے آکر اطلاع دی کہ قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر تل گئے ہیں، اور یہ عہد کیا ہے کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آٹھ ہزار افراد مغربی جانب "بلدح" میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ دو سو سواروں کے ساتھ خالد بن ولید "کراع الغمیم" کی گزرگاہ پر حملہ کے لئے تاک میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ تبدیل کر کے حدیبیہ میں جا کر قیام فرمایا۔ خالد بن ولید نے محسوس کیا کہ مسلمان راستہ تبدیل کر گئے ہیں تو قریش کو نئی صورت حال سے آگاہ کیا۔ حدیبیہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے بات چیت کے لئے مکہ بھیجا، مشرکین مکہ حضرت عثمان؄ کو مکہ میں روک لیا۔ ادھر یہ افواہ پھیل گئی۔ کہ حضرت عثمان؄ اور ان کے ساتھ گئے ہوئے دس ساتھی شہید کر دیئے گئے۔ جس کے بعد بیعت رضوان کا تاریخی واقعہ پیش آیا۔ بیعت رضوان کی خبر نے قریش کو مرعوب کر کے صلح پر آمادہ کیا، مصالحتی گفتگو کیلئے قریش نے سہل بن عمرو کو بھیجا، چند شرائط پر دس سال کے لئے صلح ہوئی، بیس یا ایک ماہ حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد اسلامی لشکر مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ واپسی پر سورہ فتح نازل ہوئی قرآن نے

صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا۔

غزوہ خیبر محرام الحرام ۷ھ :

آپ ﷺ حدیبیہ سے واپس ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور ذی الحج اور محرم کے شروع میں آپ مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ اس اثناء میں آنحضرت ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کریں جہاں غدار یہود آباد تھے جنہوں نے بد عہدی کر کے جنگ احزاب میں کفار مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا تھا۔ اس لئے اب وقت ہے کہ ان کی طاقت کا خاتمہ ہو، چنانچہ آپ ﷺ محرم کے آخر ۷ھ میں سولہ سو صحابہ کو لیکر مدینہ سے ۹۶ میل پر شام کی طرف واقع خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ازواج مطہرات میں سے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ کو قائم مقام بنایا، رات کو خیبر پہنچے حملے کے لئے صبح کا انتظار تھا، صبح یہودی کام کرنے کے لئے نکلے آپ ﷺ کو دیکھا تو بھاگتے ہوئے پکار اٹھے ''محمد والخمیس''، لشکر اسلام نے خیبر کے قلعوں کو محاصرہ کرلیا، اور بالترتیب قلعہ ناعم، قلعہ قموص، قلعہ صعب بن معاذ، قلعہ قلہ فتح کیا، اس کے بعد قلعہ وطیح وسلالم کا چودہ دن تک محاصرہ جاری رہا۔ مجبوراً یہود صلح پر آمادہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سونا چاندی اور سامان حرب سب خیبر میں چھوڑ دو، یہود نے شرط قبول کی بعد میں آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں خیبر میں ہی رہنے دیا جائے، باغات خیبر کی نصف پیداوار ہم آپ ﷺ کو دیں گے، آپ ﷺ نے اجازت دی غزوۂ خیبر میں تقریباً چودہ پندرہ صحابہ شہید ہوئے اور ۹۳ یہودی مارے گئے، خیبر کی غنیمت میں گائے، بیل اور اونٹ اور کچھ سامان تھا۔ زمینوں کے علاوہ جو سامان تھا اسکو آنحضرت ﷺ نے نص قرآنی کے مطابق تقسیم فرمایا۔

غزوۂ موتہ :

موتہ ایک مقام کا نام ہے جو ملک شام میں علاقہ بلقاء میں واقع ہے، آنحضرت ﷺ نے جب سلاطین اور امراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تو حضرت حارث بن عمیرؓ کو دعوت اسلام کا خط دے کر قیصر روم کی جانب روانہ فرمایا۔ قیصر کے ماتحت بلقاء کا رئیس شرجیل بن عمرو نے سفیر کو قتل کردیا۔ ان کا قصاص لینے کے لئے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہؓ کی امارت میں روانہ فرمایا۔ شرجیل کو اطلاع ہوئی تو ایک لاکھ کا لشکر لے کر

مقابلے کے لئے آیا۔ ہرقل مزید ایک لاکھ کے ساتھ خود پہنچا موتہ کے میدان میں دونوں لشکر آمنے سامنے تھے۔ اور جنگ شروع ہوئی۔ اس جنگ میں کفار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے۔ اس غزوہ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے۔

فتح مکہ رمضان المبارک ۸ھ:۔

جس وقت قریش اور رسول اللہ علیہ وسلم کے مابین حدیبیہ میں صلح ہوئی اور عہد و پیمان لکھا گیا تو اس وقت دیگر قبائل کو اختیار دیا گیا۔ جس کے عہد اور عقد میں چاہیں شامل ہو جائیں۔ تو بنوخزاعہ مسلمانوں کا اور بنوبکر قریش کا حلیف بن گیا تھا۔ ان دونوں قبیلوں میں قدیم زمانے سے دشمنی چلی آرہی تھی۔ بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کیا قریش نے بنوبکر کی مدد کر کے شرائط صلح کی خلاف ورزی کر دی۔ بنوخزاعہ کے سردار مدینہ آکر قریش کے معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کی آنحضرت علیہ وسلم کو شکایت کر دی۔ آپ نے قریش کو پیغام بھیجا کہ مقتولین خزاعہ کی دیت ادا کریں، یا بنوبکر کی معاہدے سے علیحدگی اختیار کریں، ورنہ صلح حدیبیہ کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیں، قریش نے صلح منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا۔

آنحضرت علیہ وسلم دس رمضان ۸ھ بروز چہارشنبہ دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ ساتھ تھیں، رات کے وقت مکہ کے قریب مرالظہران میں سرداران قریش ابوسفیان ، بدیل اور حکیم بن حزام جو تحقیق حال کے لئے مکہ سے نکلے تھے پکڑے گئے۔ اگلے دن تک تینوں اسلام لے آئے تھے، صبح ہوئی تو دین اسلام کی پاسبانوں کا لشکر مکہ کی طرف بڑھا۔ آنحضرت علیہ وسلم بالائی جانب کداء سے کسی مزحمت کا سامنا کئے بغیر داخل ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ مکہ کی نچلی جانب کدی سے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ داخل ہوا چاہتے تھے، کہ قریش کے بعض اوباشوں نے مزاحمت کی جس میں تین مسلمان حضرت کرز بن جابرؓ، حبیش بن اشعرؓ، اور مسلمۃ بن المیلاؓ نے شہادت پائی۔

کفار کے بارہ یا چوبیس آدمی مارے گئے۔ رسول اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حضرت ام ہانی کے گھر گئے آٹھ رکعت نماز پڑھی پھر مسجد حرام آئے، طواف کیا حرم میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بتوں اور بیت اللہ کے اندر سے تصویروں کو صاف کیا۔ حضرت بلالؓ اور اسامہؓ کو ساتھ لیکر کعبہ کے اندر گئے اور تکبیر کے مقدس زمزموں سے اس کی فضاؤں کو منور کیا۔ باہر نکل کر خطبہ دیا اور قریش سے نفرتوں کا انتقام لینے کے بجائے سب کیلئے

آزادی کا پروانہ جاری کیا۔ یہ بیس رمضان اور جمعہ کا دن تھا، تھوڑی دیر بعد نماز ظہر کیلئے باب کعبہ سے حضرت بلالؓ کے روح پرور آذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں، ظہر کے بعد عام بیعت شروع ہوئی، ہفتہ ۵ شوال تک آپ یہاں رہے، ۶ شوال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حنین کیلئے روانہ ہوئے۔

غزوۂ حنین او طاوس طائف!

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جہاں قبائل ہوازن اور ثقیف آباد تھے۔ فتح مکہ کی خبر سن کر ہوازن وثقیف نے باہمی مشورہ کیا کہ مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ دونوں قبیلوں کے بیس ہزار افراد مالک بن عوف کی زیر قیادت وادی حنین پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ کو صورت حال معلوم کرنے بھیجا، انہوں آ کر لشکر ہوازن وثقیف کی اطلاع دی۔ ۶ شوال ہفتہ ۸ھ کو بارہ ہزار کا لشکر لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی طرف روانہ ہوئے لشکر اسلام شب چارشنبہ کو وادی حنین سے گزر رہا تھا کہ اچانک گھاٹیوں میں چھپے ہوئے ثقیف وہوازن کے ہزاروں نوجوان لشکر پر ٹوٹ پڑے شروع میں مسلمان پسپا تھے لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھمسان کی جنگ میں اپنی جگہ ثابت قدم تھے۔ زبان مبارک سے نبوت کا جلال اعلان کر رہا تھا۔

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدا لمطلب

حضرت عباس سمیت چند صحابہ کو حکم ہوا کہ انصار ومہاجرین کو آواز دو پل بھر میں اسلامی لشکر دیوانہ وار پلٹ کر حملہ آور ہوا کچھ دیر بعد میدان صاف تھا۔ دشمن کے ستر آدمی مارے گئے، چھ ہزار کے قریب قید ہوئے چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مال غنیمت میں ملی۔ چار مسلمان نے شہیدت ہوئے۔

حنین کی شکست خوردہ فوج کا ایک حصہ اوطاس اور ایک حصہ طائف چلا گیا۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعامر کی زیر قیادت ایک جماعت اوطاس کی طرف روانہ کی۔ اوطاس میں مسلمانوں نے فتح حاصل کی، طائف کا محاصرہ پندرہ، سترہ، اٹھارہ، یا بیس دن تک جاری رہا، بارہ مسلمانوں نے شہادت پائی تاہم قلعہ فتح نہ ہوسکا ثقیف کیلئے ہدایت کی دعا کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھالیا۔ پانچ ذی قعدہ آپ جعرانہ پہنچے ، جہاں حنین کے قیدی اور مال غنیمت جمع تھا۔ دس دن سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظار کیا کہ شائد ہوازن

وثقیف اپنے قیدی چھڑانے آئیں جب کوئی نہ آیا تو اسیران جنگ سمیت مال غنیمت تقسیم کیا گیا۔
تقسیم غنائم کے بعد وفد ہوازن تائب ہو کر آیا آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے ان کے قیدی واپس کرنے کی سفارش کی تمام صحابہ نے چھ ہزار قیدیوں کو بیک وقت آزاد کر دیا۔

۱۸ ذی قعدہ بروز چہارشنبہ آپ ﷺ نے جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا، عمرہ کر کے مدینہ منورہ واپس ہوئے اور ۲۷ ذی قعدہ کو مدینہ پہنچے ۱۰ رمضان ۸ھ کو فتح مکہ کے ارادے سے نکلے تھے، دو ماہ سولہ دن کے بعد واپسی عمل میں آئی۔

غزوہ تبوک :

الجیش بلقاء تک آ گیا ہے۔ اطلاع ملتے ہی آپ ﷺ نے پیش قدمی کر کے مقابلہ کیلئے جانے کا اعلان کیا۔ موسم گرمی کا تھا، زمانہ فصلوں کی کٹائی کا تھا۔ قحط وفاقہ عام تھا، سفر دور کا تھا اور مقابلہ وقت کی سب سے بڑی سلطنت روم سے تھا، لیکن اللہ نے اپنے نبی کی صحبت کیلئے ان ہی سعادتمند جانبازوں کا انتخاب کیا جو اس صحبت کی قدر جانتے تھے۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مال حاضر کیا۔ بہت سے مخلصین جانے کیلئے بے تاب تھے لیکن زادِ سفر پاس نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ آپ کہاں سے لاتے واپس ہوتے ہوئے روئے اور وہ روئے کہ آپ کا دل بھر بھر آیا۔،

تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزناً الایجدوا ماینفقون (التوبة)

رجب ۹ھ بروز جمعرات آنحضرت ﷺ چالیس یا ستر ہزار فوج لیکر نکلے لشکر میں دس ہزار گھوڑے بارہ ہزار اونٹ تھے۔ پندرہ دن سفر کرنے کے بعد تبوک پہنچا۔ مقابلے پر کوئی نہیں آیا تبوک پر قیام کے دوران آس پاس کی ریاستوں میں مہمیں روانہ کی گئیں۔ جو کامیاب لوٹیں۔ اہل جربا، اہل اذرح، اور ایلہ کے فرمانروا نے حاضر خدمت ہو کر صلح کی اور جزیہ دینا منظور کیا آپ ﷺ نے ان کو صلح نامہ لکھ کر عطا فرمایا۔

اسی مقام سے آپ ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو چار سو بیس سواروں کیساتھ اکیدر کی طرف روانہ فرمایا جو ہرقل کی طرف سے دومۃ الجندل کا حاکم اور فرمانروا تھا آپ ﷺ نے روانگی کے وقت خالد بن ولیدؓ سے یہ فرمایا کہ وہ تم کو شکار کھیلتا ہوا ملے گا اس کو قتل نہ کرنا گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا ہاں اگر وہ اگر انکار کر دے تو قتل

کر دینا خالد چاندنی رات میں پہنچے گرمی کا موسم تھا اکیدر اور اس کی بیوی قلعہ کے فصیل پر بیٹھے ہوئے گھانا سن رہے تھے اچانک ایک نیل گائے نے قلعہ کے پھاٹک سے آ کر ٹکر ماری اکیدر فوراً ہی مع اپنے بھائی اور چند عزیزوں کے شکار کیلئے اترا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے پیچھے دوڑے تھوڑے ہی دور نکلے تھے کہ خالد بن ولید آ پہنچے اکیدر کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا اور وہ مارا گیا اور اکیدر جو شکار کرنے کیلئے نکلا تھا وہ خود خالد بن ولید کا شکار ہو گیا۔ خالدؓ نے کہا میں تم کو قتل سے پناہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا منظور کرو۔ اکیدر نے اس کو منظور کیا، خالد بن ولیدؓ اکیدر کو لیکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اکیدر نے دو ہزار اونٹ اور آٹھ سو گھوڑے اور چار سو زرہیں اور چار سو نیزیں دیکر صلح کی۔

وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ دوشنبہ کا روز ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم فوفانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے اسی دوشنبہ کے صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا کہ دیکھا کہ لوگ صف باندھے ہوئے صبح کی نماز میں مشغول ہیں صحابہ کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے چہرہ انور کا یہ حال کہ گویا کہ مصحف شریف کا ایک ورق ہے یعنی سفید ہو گیا ہے ادھر صحابہ کی فرط مسرت سے یہ حالت کہ کہیں نماز نہ توڑ ڈالیں صدیق اکبرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پوری کرو ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ کھڑے نہ ہو سکے حجرہ کا پردہ ڈال دیا اور اندر تشریف لے گئے۔ (رواہ البخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ اٹھا کر نمازیوں کی طرف دیکھنا یہ چہرہ انور کی آخری جلوہ افروزی تھی اور صحابہ کرام کیلئے جمال نبوت کی آخری زیارت کا آخری موقع تھا۔ عشاق کی زبان حال اس وقت یہ شعر پڑھ رہی تھی

وکنت اریٰ کالموت من بین ساعۃ
فکیف بین کان موعدہ الحشر

میں تو ایک گھڑی ہی کی جدائی کو موت سمجھتا تھا پس اس جدائی کا کیا پوچھنا کہ جہاں لقاء کا وعدہ حشر کے بعد ہو۔

صدیق اکبرؓ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو سیدھے حجرہ مبارک میں گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر عائشہ صدیقہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اب سکون ہے، جو کرب اور بے چینی پہلے تھی وہ اب جاتی

رہی، اور چونکہ یہ دن صدیق اکبرؓ کی دو بیویوں میں اس بیوی کی نوبت کا دن تھا جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلے پر رہتی تھیں، آنحضرت علیہ وسلم سے اجازت لیکر وہاں چلے گے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۴۴)

ابو اسحاق کی روایت میں ہے کہ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا! یا نبی اللہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے اچھی حالت میں صبح کی ہے اور آج میری ایک بیوی حبیبہ بنت خارجہ کی نوبت کا دن ہے اگر اجازت ہو تو وہاں ہو آؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں چلے جاؤ۔ اور دوسرے لوگوں کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون ہے تو وہ بھی اپنے گھروں کو واپس گئے۔ حضرت علی حجرے مبارک سے باہر آئے لوگوں نے آپ کے مزاج دریافت کیے حضرت علیؓ نے کہا بحمد اللہ آپ اچھے ہیں لوگ مطمئن ہو کر منتشر ہو گئے حضرت عباسؓ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کے کہا اے علیؓ خدا کی قسم تین دن کے بعد تو عبد العصا ر لاٹھی کا غلام ہو گا یعنی اور کوئی حاکم ہوگا اور تم اس کے محکوم ہو گے خدا کی قسم میں یہ سمجھتا ہوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں وفات پائیں گے بہتر ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کرلیں کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا اگر ہم میں سے ہوگا تو معلوم ہو جائے گا ورنہ آپ اس کو ہمارے بارے میں وصیت فرماویں گے حضرت علیؓ نے کہا کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق انکار فرماوے تو پھر ہم ہمیشہ کیلیے اس سے محروم ہو جائیں گے، خدا کی قسم میں آپ سے اس بارے میں ایک حرف بھی نہ کہوں گا۔ (البدایہ والنہایہ ض ۵ ص ۲۲۷)

عالم نزع

لوگ تو یہ سمجھ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ اور سکون ہے منتشر ہو گئے کچھ دیر نہ گزری تھی کہ عالم نزع شروع ہو گیا عائشہ صدیقہؓ کے آغوش میں سر رکھ کر لیٹ گئے اتنے میں حضرت عائشہؓ کے بھائی عبد الرحمن بن ابو بکرؓ ہاتھ میں مسواک لئے آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف دیکھنے لگے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کیلئے مسواک لے لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہاں میں نے کہا کہ اس کو نرم کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا ہاں میں نے چبا کر مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اسی وجہ سے عائشہ صدیقہ بطور فخر اور بطور تحدیث بالنعمۃ یہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آخر وقت میں میرا آب دہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آب دہن کیساتھ ملا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

برے حجرے میں اور میرے نوبت کے دن میں اور سینہ اور ہنسلی کے درمیان ہوئی۔

فائدہ... ملا علی القاریؒ نے مشائخ طریقت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص مسواک پر مواظبت کرے تو مرتے وقت اس کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو جاتا ہے، اور افیون کھانے والے کی زبان پر جاری نہ ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا درد سے بیتاب ہو کر بار بار ہاتھ اس پیالے میں ڈالتے منہ پر پھیر لیتے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات ، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں پھر چھت کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر یہ فرمایا۔ فی الرفیق الاعلیٰ ، اے اللہ میں رفیق اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں، یعنی حظیرۃ القدس جو انبیاء اور مرسلین کا مسکن ہے وہاں جانا چاہتا ہوں۔

عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکی تھی کہ کسی پیغمبر کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی کہ جب تک اس کا مقام جنت میں اس کو دکھلا نہ دیا جائے اور اس کو اختیار نہ دیا جائے کہ دنیا وآخرت میں سے جس کو چاہے اختیار کرے۔

جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کلمات نکلے میں اسی وقت سمجھ گئی کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں نہ رہیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاء اعلیٰ اور قرب خداوندی کو اختیار کر لیا ہے، الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے۔ اللھم فی الرفیق الاعلیٰ ، اور روح مبارک عالم بالا کو پرواز کر گئی، اور دست مبارک نیچے گر دیا (رواہ البخاری) انا للہ وانا الیہ راجعون، انا للہ وانا الیہ راجعون، انا للہ وانا الیہ راجعون

تاریخ وفات

یہ جاں گداز اور روح فرسا واقعہ جس نے دنیا کو نبوت ورسالت کے فیوض وبرکات اور روحی ربانی کے انوار تجلیات سے محروم کر دیا بروز دوشنبہ دوپہر کے وقت بارہ ربیع الاول کو پیش آیا۔

اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ماہ ربیع الاول میں بروز دوشنبہ کو ہوئی اختلاف دو امر میں ہے ایک یہ کہ کس وقت وفات ہوئی دوسرے اس امر میں کہ ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی۔

مغازی ابن اسحاق میں ہے کہ چاشت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں زہری اور عروۃ بن زبیر سے مروی ہے کہ زوال کے وقت وصال ہوا یہی روایت زیادہ صحیح اور یہ اختلاف معمولی

اختلاف ہے چاشت اور زوال میں کوئی زیادہ فصل نہیں البتہ تاریخ وفات میں اختلاف شدید ہے مشہور قول کی بنا
بارہ (۱۲) ربیع الاول کو وفات ہوئی موسیٰ بن عقبہ اور لیث بن سعد اور خوارزمی نے یکم ربیع الاول کو تاریخ وفات
بتلایا ہے اور کلبی اور ابو مخنف نے دوم ربیع الاول تاریخ وصال قرار دی ہے۔

علامہ سہیلی نے روض الانف میں اور حافظ عسقلانی نے شرح بخاری میں اس قول کو مرجح قرار دیا۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۹۸)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک

انتقال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۶۳ تریسٹھ برس تھی، یہی جمہور کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور
بعض پینسٹھ اور بعض ساٹھ بتلاتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۴)

تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب مومن کو اپنے ایمان کا پتہ چلتا ہے اور اسکو اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہوتا ہے۔

(۱) جب مکہ اور مدینہ سامنے آنے لگے تو گنہگار اور مجرم سے مجرم آدمی کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی ہیں۔

(۲) جب خاتم النبیین حضرت اقدس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ بیان ہورہی ہو۔

(۳) جب قرآن کریم کی تلاوت ہورہی ہو۔ مومن تو وہ ہے جو قرآن کریم کی تلاوت سن کر تڑپ اٹھے۔

(ماخوذ احسن البرہان فی اقوال شیخنا مولانا مفتی محمد زرولی خان)

کتب سابقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف

مفتی محمد عمر خان شاکر دار التصنیف ماہنامہ الاحسن

نہ دانم آں گلِ رعنا چہ رنگ وبو دارد
کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کتب سابقہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف اتنی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکا تھا کہ وہ ،،شاہان تخت نشین ہوں، یا، راہبین گوشہ نشین ،،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد کسی کے لئے بھی آپ کے انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی ،اہل کتاب اس کو چھپانے کی ہزار کوششیں کرتے تھے، مگر چھپا نہ سکتے تھے،اسی بناء پر قرآن کریم میں جا بجا انکو قائل کیا ہے اور اس تعارف کے کتمان وتحریف کا مجرم بھی قرار دیا ہے، علماء نے اس موضوع پر بھی مستقل تصانیف فرمائی ہیں اور کتب شروح وتفاسیر میں جہاں جہاں اس پر ضمنی بحث آگئی ہے اس کا تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا، حافظ ابن تیمیہؒ اور ان کے لائق تلمیذ ابن قیمؒ کا بھی اس میں بڑا حصہ ہے، حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سو مقامات سے بھی زیادہ بشارات موجود ہیں جن کا تھوڑا سا تفصیلی تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب ،، الجواب الصحیح ،، میں بھی کیا ہے، لیکن جن لوگوں کو کتب سابقہ کا مطالعہ حاصل نہ ہو وہ حافظ موصوف کی بات کو کب باور کر سکتے ہیں وہ تو اس کو ، مبالغہ یا، خوش عقیدگی ، کہکر ٹال دیں گے ،ہم یہاں صرف صحیح بخاری کی چند حدیثیں اور قرآن کریم کی چند آیات نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، جن سے آپ کو یہ یقین ہو جائے گا کہ کتب سابقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعارف میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، حتی کہ جب آپ دنیا میں تشریف لائے جیسا کہ پہلے سے ایک بڑی متعارف شخصیت تھے صحیح بخاری میں ہے کہ، ورقہ بن نوفل

، نے آپ ﷺ کے اور جبریل علیہ السلام کے نزول کے حالات سن کر فوراً آپ کی رسالت کی شہادت دی اور کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی لیکر نازل ہوا تھا، اس کے بعد آپ کی حیات طیبہ کے ایک جزئی واقعہ یعنی ہجرت کا بھی اس طرح ذکر کیا گویا آپ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کے سامنے ہے اور بڑی حسرت کے ساتھ کہا، اے کاش میں بھی اس وقت زندہ ہوتا تو آپ ﷺ کی جو خدمت مجھ سے بن پڑتی میں بھی اس کو سو جان سے ادا کرتا، وطن قدرتاً محبوب ہوتا ہے، آپ ﷺ نے یہ سن کر رہا نہ گیا اور آپ ﷺ نے بڑے تاثر کے انداز میں ان سے پوچھا، ،او مخرجی ھم ،، کیا میری قوم مجھے وطن سے بے وطن کرے گی؟ اب اندازہ فرمایئے کہ نبوت اور نزول ملکی کا معاملہ کوئی معمولی بات نہ تھی جس کا فیصلہ صرف ایک مختصری سرگزشت پر فوراً کر دیا جاتا، مگر یہاں یہ زبردست نصرانی عالم یہ فیصلہ اس طرح فوراً کر گزرتا ہے، گویا اس کے نزدیک وہ ایک طے شدہ بات تھی اور اس ضمن میں آپ کی زندگی کے ایک جزئی واقعہ کا بھی ذکر کر جاتا ہے، جو آپ ﷺ کی فتح و نصرت کا ایک ،نیاباب ،تھا۔ اس طرح ہرقل اور ابوسفیان کی گفت و شنید بھی صحیح بخاری میں موجود ہے، اس کے حرف حرف سے آپ کو یقین ہوتا چلا جائے گا کہ ہرقل کے علم میں ضرور آپ کی بعثت کا وقت آچکا تھا اور بڑے اضطراب کیساتھ وہ آپ کی آمد کا منتظر تھا، اس لئے وہ یہاں اپ کا ''نامہ مبارک'' کھولتا بھی نہیں اور چند تحقیقی سوالات شروع کر دیتے ہیں اور کسی بحث و تمحیص کے بغیر وہ بھی اسی فیصلہ پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کا وہی رسول ہیں جن کی آمد کا اس کو انتظار لگ رہا تھا، سوال و جواب کے بعد آخر میں وہ یہ تصریح بھی کر دیتا ہے کہ ''کتب سابقہ سے مجھے آپ کی بعثت کا پورا یقین پہلے سے حاصل تھا''۔ اس کے آخری فقروں سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا قلب آپ کی بزرگی اور عظمت و شان سے کس درجہ معمور تھا، وہ کہتا ہے، اگر ہو سکتا تو میں ضرور آپ کی خدمت میں پہنچتا اور آپ کے مبارک قدم آپنے ہاتھوں سے دھوتا''۔

نجوم کے ماہرین کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف:

یہ واقعہ بھی صحیح بخاری میں ابن ناطور کی زبانی منقول ہے، شاہ ہرقل "علم نجوم" کا بھی ماہر تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ وہ بہت سراسیمہ حال اٹھا اور دریافت کرنے پر بڑی پریشانی کیساتھ اس نے یہ کہا کہ "جو قوم ختنہ کرتی ہے، ان کا بادشاہ ظاہر ہو گیا"، ابھی یہ گفت وشنید چل رہی تھی کہ ادھر سے شاہ غسان کا قاصد بھی آپہنچا اور اس نے خبر دی کہ "عرب میں ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے"، اسی درمیان میں ہرقل نے ایک دوست کو اس کے متعلق لکھا، جو رومیہ میں اسی کی ٹکر کا آدمی تھا، اس نے بھی شاہ روم کی رائے سے موافقت کی، اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ علم نجوم رکھنے والے آپ کی بعثت کے آثار ستاروں میں بھی مشاہدہ کر رہے تھے، یہ بحث یہاں نہیں ہے کہ شرعی طور پر علم نجوم کی کیا حیثیت ہے؟ مقصد یہ ہے کہ ملوک و راہب ہوں یا کاہن و نجومی وہ آپ کی بعثت سے قبل صرف آپ کی معرفت، حتی کہ آپ کا "وقت بعثت" اور "دار الہجرت" کی معرفت بھی کتنی رکھتے تھے، کیا یہ معرفت صرف "اجمالی" اور استعارہ و کنایات والی پیشگوئیوں سے حاصل ہو سکتی تھی؟

ہر قسم کے لوگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف تھا:

سلمان فارسی کی سرگزشت کا اجمالی تذکرہ بھی بخاری میں موجود ہے، وہ کس طرح احبار و رہبان کی مسلسل ہدایات کے تحت مدینہ طیبہ پہنچے اور کس طرح مدینہ طیبہ کو دیکھ کر پہلی نظر میں پہچان گئے، کہ یہ مقام وہی ہے جو آپ کا "دار الہجرت" ہے، شاہ تبع کا سینکڑوں سال قبل مدینہ طیبہ سے گزرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہاں تشریف آوری کی بشارت دینا، سیرت کے مسلم حقائق میں سے ہے، غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے آثار سے خدا تعالیٰ کی کوئی مخلوق نہیں تھی جو متاثر نہ ہو، اگر آسمانوں میں آپ کا ذکر خیر رہتا تھا تو اس کی زمین پر بھی آپ کی آمد کی بشارتوں کا غلغلہ مچا ہوا تھا آسمانوں پر شیاطین کی بندش سے، جنات اور کاہنوں، میں الگ الگ ایک ہل چل پڑی ہوئی تھی، اس کا ثبوت بھی قرآن اور صحیح

حدیثوں میں موجود ہے اس کے علاوہ متفرق طور پر شیاطین کی سراسیمگی اور ان کی گفتگو کا تذکرہ حدیثوں میں مروی ہے اور در حقیقت اولوالعزم رسول کے لئے جس کے بعد پھر کوئی اور رسول نہ ہو ایسے ہی تعارف کی ضرورت بھی تھی۔

قرآن کریم کی صراحتیں:

اب ان صحیح حدیثوں کے ساتھ قرآن کریم کی آیات قطعیہ بھی ملاحظہ فرمایئے اور ان کی روشنی میں یہ فیصلہ فرمالیجئے کہ کتب سابقہ میں آپ ﷺ کا تعارف کیا صرف استعارات وکنایات اور اجمالی پیشگوئیوں کی صورت میں ہوگا؟

قرآن کریم کہتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اور آپ کی خاص خاص صفات کا تذکرہ تورات وانجیل میں موجود تھا اور اتنی وضاحت کے ساتھ موجود تھا کہ آپ ﷺ کے سوا ان کا مصداق کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا اور یہ تذکرہ بھی اشارتاً نہیں بلکہ صاف صاف لکھا ہوا موجود تھا، جس کے لئے کسی بڑی فہم ودانائی کی ضرورت بھی نہیں بلکہ صرف آنکھوں سے ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہے اور یہ تمام نوشتے ابھی تک ان کے پاس موجود ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے،

(۱) الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم (الاعراف)

جو ہمارے اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کی بشارت وہ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں وہ رسول ان کو اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بُرے کام سے ان کو منع کرتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کیلئے حلال اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں اور سخت احکام کے بوجھ جو ان کے سروں پر لدے ہوئے تھے اور پھندے جو ان پر پڑے ہوئے تھے ان سب کو ان پر سے دور کرتے ہیں۔

حافظ عمادالدین ابن کثیر اپنی مشہور تصنیف میں اسی آیت کے تحت نقل کرتے ہیں کہ بعض

بادشاہوں کے پاس آپ کی تصاویر تک موجود تھیں اور اس روایت کو قابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔

(۲)وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جآء ھم ما عرفوا کفروا بہ (البقرۃ)

اور پہلے تو وہ کافروں کے مقابلہ میں آپ کے وسیلہ سے فتح وکامیابی کی دعائیں مانگا کرتے تھے، لیکن جب ان کے پاس وہ ذات آگئی جسے دیکھ کر پہچان گئے تو وہ لوگ ان کا انکار کر بیٹھے۔

(۳)الذین اٰتیناھم الکتاب یعرفونہ کمایعرفون ابناء ھم (الانعام)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اسی طرح ہمارے اس پیغمبر کو بھی پہچانتے ہیں۔

دنیا میں باپ اور بیٹے کی معرفت سے زیادہ کوئی اور رابطہ معرفت نہیں ہوتا، پھر جبکہ قرآن کریم نے اس آخری رابطہ معرفت کو استعمال کیا ہو تو اس کو استعارہ اور مجاز کیسے کہا جاسکتا ہے۔

(۴)ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (الصف)

اور میں ایک پیغمبر کی خوشخبری دے رہا ہوں جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا اسم مبارک ،احمد، ہوگا۔

سورۃ صف کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت آپ کی خاص خاص صفات کے علاوہ آپ کے نام کے ساتھ بھی دیدی گئی اور اسی تنبیہ کیلئے یہاں ،اسمہ، کے لفظ کا اضافہ فرمایا گیا۔

تنبیہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی تصریح کے ساتھ دوسری اہم بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بتلائی گئی ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان کوئی اور رسول نہ ہوتا کہ ،بعدیت، کا لفظ صادق آجائے یہی وجہ ہے کہ کتب سابقہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے ساتھ یہ بھی تنبیہ کی گئی تھی کہ اس رسول کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور رسول نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ صحیح حدیث میں بھی ،انا اولی الناس بعیسیٰ ابن مریم لیس بینی وبینہ نبی ،کا لفظ آیا ہے۔اس میں مغیرہ بن شعبہؓ ایک

بڑے پادری کے بیان میں آپ کے اسم مبارک احمد ﷺ اور آپ کی صفات اور آپ کی امت کی صفات خاصہ کے ساتھ یہ بھی نقل کرتے ہیں ''ان کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے'' اس پادری کے بیان کی تصدیق آج آپ کے سامنے اس نص قرآنی میں موجود ہے، اس کے بعد آپ کو حدیث صحیح میں آنحضرت ﷺ کے اس اعلان کی ''انا اولیٰ الناس بعیسیٰ بن مریم لیس بینی وبینہ نبی '' اہمیت محسوس ہوگئی ہوگی، جس میں آپ ﷺ نے بھی یہی تنبیہ فرمائی ہے کہ میرے اور عیسیٰ بن مریمؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بشارت میں،، میرے بعد،، کالفظ فرمایا تھا تو آپ کا یہ اعلان کرنا بھی بہت ضروری تھا کہ ان کے بعد میں آنے والا رسول میں ہی ہوں،، وللہ الحمد،، پھر جب مغیرہ ابن شعبہ کی حدیثوں میں پادریوں کے بیان میں بھی ان کا تذکرہ دیکھا تو اس کی اہمیت اور بڑھ گئی اب جس رسول کے متعلق اتنی بات مذکور ہو اس کے دوسرے حلات کے تذکرہ کو آپ خود ہی قیاس فرمالیں کہ کیا وہ استعارات اور مجاز،، کے رنگ میں ہی ہوگا، فیاللعجب ولضیعۃ الادب '

خلاصہ یہ کہ آیات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات وانجیل میں آپ ﷺ کی ذات آپ ﷺ کا نام مبارک اور آپ ﷺ کے خاص خاص صفات کا نقشہ اتنا مکمل کھینچ دیا گیا تھا کہ اہل کتاب اگر آپ کی صورت دیکھنا چاہیں تو انکے آئینہ میں صاف صاف دیکھ سکتے تھے، اتنی صاف کہ آپ کی معرفت کو اگر بیٹوں کی معرفت سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے، شاید قرآنی لفظ'' یجدونہ مکتوبا '' میں بھی اس طرف کچھ اشارہ نکلتا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ نے نصرانی بادشاہوں کے پاس آپ ﷺ کی تصویر موجود ہونے کی روایت اسی آیت کی تفسیر میں نقل فرمائی ہے۔ اور اس پر معتبر ہونے کا حکم بھی نقل کیا ہے تفاسیر میں منقول ہے کہ جب کسی نصرانی سے مسلمانوں کے بعد یہ سوال کیا گیا کہ کیا آنحضرت ﷺ کی معرفت تم کو فی الواقع اولاد کی سی معرفت حاصل تھی'' تو انہوں نے جواب دیا بلکہ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر کیونکہ اپنی اولاد کا یقین تو ہم کو صرف ایک عورت یعنی اس کی والدہ کے بیان پر ہوتا ہے۔ جس کی دیانت اور صداقت میں شبہ کی گنجائش نکل سکتی ہے لیکن آنحضرت ﷺ کی معرفت تو ہم کو'' مصحف

سماویہ'' کے ذریعے حاصل تھی۔ جس میں شک وتردد کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ آپ کی اس سابق تعارف کی بنا پر کتب سیر و تاریخ میں اہل کتاب کا آپ کا منتظر رہنا بلکہ معین وقت پر تلاش کرنے کے لئے نکل کھڑا ہونا بھی ثابت ہے۔ اور آپ کے اسی تعارف کی وجہ سے ظہور قدسی سے قبل اہل کتاب میں بڑی گرما گرمی سے آپ کا چرچا تھا بلکہ ایک دوسرے کے مقابلے کے وقت آپ کے ساتھ مل کر دوسروں کو جنگ کی دھمکیاں دینا بھی ثابت ہے اگر یہ تعارف غیر معمولی اور اتنا عام نہ تھا تو تمام مدینہ ہمہ وقت آپ کے ظہور کے انتظار میں آسمان کی طرف نظریں لگائے کیوں بیٹھا تھا؟

کیا اب بھی شبہ کی گنجائش باقی ہے؟

ہم یہاں صحیحین کی ان احادیث اور آیات قرآنیہ کا پورا استعاب کرنا باعث طول سمجھتے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے سامنے آپ کے تعارف کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا گیا تھا بلکہ ان ہی چند احادیث اور آیات کی روشنی میں یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ ان حالات میں کیا یہ لکھنا ممکن ہے کہ،، کتب سابقہ میں آپ ﷺ کا تعارف صرف مجمل اور استعارات وکنایات کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے؟

شاید یہاں آپ کے ظہور سے قبل آپ کی تصاویر میں یہ شبہ کھٹکے کہ جب ابھی تک آپ عالم موجود میں تشریف فرما ہی نہ ہوئے تھے تو پھر یہ آپ کی تصاویر کیسی؟ پھر یہ کہنا تو اور زیادہ مشکل ہوگا کہ یہ تصاویر ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کے پاس تھیں گویا ایک طرح سے وہ آسمانی تحائف میں داخل تھیں، آل موسیٰ علیہ السلام کے تحائف تو تابوت سکینہ میں محفوظ رہ سکتے ہیں جس کو خدائی فرشتے لئے پھرتے ہوں۔

وبقية مما ترک ال موسیٰ وال ھارون تحمله الملائكة(البقرة)

پھر کیا تعجب تھا اگر یہ تصاویر بھی پہلے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں میں سماوی طور سے موجود ہوں، لیکن جب فن تصویر کشی کا کمال یہ ہو کہ کسی شخص کا حلیہ غائبانہ کھینچ لیا جائے بلکہ تخیل کا مصور کرنا تو آج بھی موجود ہیں تو پھر ہمارے انکار کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی، اگر اسانید کیساتھ ان تصاویر کا ثبوت نہیں ملتا ہے تو کم از کم تاریخی درجے میں اس کو تسلیم کر لینے میں کوئی کلام نہیں ہونا چاہئے۔

خصائص النبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مفتی افضل محمد صدیقی (دارالتصنیف جامعہ عربیہ احسن العلوم)

سیر طیبہ پر مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں ان گنت و لامحدود کتب سیر اور مقالے لکھی جا چکی ہیں۔ اور لکھی جاتی رہیں گی۔ اور بلا مبالغہ یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ کہ آج تک کسی موضوع پر اتنی کتابیں تصنیف نہیں کی گئیں۔ جتنی "سیرت طیبہ" کی موضوع پر لکھی گئی ہیں

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے لئے ہدایت و روشنی کا وہ بلند مینار ہے۔ جس سے گم گشتہ راہ انسانوں کو ہدایت ملتی ہے۔ سیرت پاک پوری انسانیت کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اللہ نے جو شان، جو حسن و جمال، جو محاسن و کمال اور معنوی خوبیاں اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں۔ ان کا صحیح ادراک و عرفان اور علم و معرفت خوش نصیب لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ جن کی فکر و نظر میں پاکیزگی اور دل کے نہاں خانوں میں سوز تڑپ ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ "وکان خلقہ القرآن" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق (سیرت) یہ قرآن ہی ہے۔ گویا ایک علمی قرآن ہے۔ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں محفوظ ہے۔ اور دونوں آپس میں ایک دوسرے پر من و عن منطبق ہیں قرآن میں جو کہا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کر کے دکھایا۔ قرآن کی ہزاروں آیتیں دراصل سیرت طیبہ کے علم و تعارف کی تشریحات ہیں۔ قرآن میں جو چیز قال ہے۔ وہی ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حال ہے قرآن مجید کی کوئی بھی آیت ہو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نہ کسی پیغمبرانہ سیرت اور کسی نہ کسی مقام نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اس کی تفسیر۔ اسلام کی ابتداء میں بھی سیرت طیبہ ہی سے اس وقت کی بے چین و بے قرار دنیا کو چین و سکون ملا تھا۔ اور چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد مایوسی اور پریشانی کے عالم میں منتشر و مضطرب آج کی دنیا کو بھی اس سیرت پاک سے امن و آشتی اور راہ ہدایت

ونجات مل سکتی ہے۔

شرق اور غرب میں بکھرے ہوئے گلزاروں کو
نکہتیں بانٹتا ہے آج بھی صحرا تیرا

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ایک ایک پہلو کو جس والہانہ عقیدت، عاشقانہ محبت اور دیوانہ وار محنت وکاوش سے اس امت نے محفوظ کی۔ اس کی نظیر سیر وسوانح کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ خصوصیات اور امتیازات اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں جن کا احاطہ کرنا بے شک دشوار ہے لیکن پھر بھی چند ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا:۔

محسن انسانیت محمد عربی نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عظیم وعمیم صفت سے متصف ہونا اور وہ بھی کسی خاص علاقہ اور زمانے کیلئے نہیں۔ بلکہ تا قیامت تمام انس وجن چرند وپرند کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت ومقبولیت اور تمام انبیاء ومرسلین کے درمیان آپ کی خصوصیت وامتیاز کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کو قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں بڑے ہی پیارے انداز میں بیان کیا ہے۔ **وما ارسلنک الأرحمة للعا لمین** ہم نے آپ کو سارے عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم با لمو منین ر ء وف رحیم** "تحقیق کہ تمھارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا جس پر تمھاری تکلیف بہت گراں ہے وہ تمھاری بھلائی کا حریص ہے ایمان والوں پر نہایت شفیق ورحیم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **کان النبی یبعث الی قومه خاصه وبعثت الی الناس کا فه**.

رحمت سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمایاں ترین وصف ہے جو خاص وعام کے لئے ظاہر ہوتا ہے یہ رحمت دعوت تبلیغ کے موقع پر بھی اپنا اثر دکھاتی ہے، جبکہ طائف کے بازار میں وہاں کے اوباش محسن انسانیت

صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھروں کی بارش کرتے ہیں اور جسم اطہر لہولہان ہو جاتا ہے، نعلین شریفین خون سے بھر جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی شدت تکلیف سے آپ کے جانی دشمن عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ بھی بے قرار ہو جاتے ہیں، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت طلب کی کہ وہ ان دونوں پہاڑوں کو جن کے درمیان طائف واقع ہے ملا دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا۔ ارجو ان یخرج اللہ من اصلا بھم من یعبد اللہ لا یشرک بہ شیئاً کہ نہیں مجھے امید ہے ان کی اولاد میں کوئی ایسا پیدا ہوگا جو خدائے واحد کی عبادت کرے گا اس کے ساتھ کسی اور ہستی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا۔

دائمی معجزہ قرآن: ہر نبی کا معجزہ انکی وفات کے ساتھ ختم ہوگیا مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کا چمکنا، عصا کا سانپ بن جانا، عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ لیکن یہ تمام معجزے ان تمام انبیا علیہم السلام کے وصال کے ساتھ ہی ختم ہوگئے۔ مگر قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا دائمی معجزہ ہے کہ نزول قرآن مجید کے وقت سے لیکر قیامت تک یہ قرآن اسی طرح حرف بحرف محفوظ رہے گا۔ کیوں نہ ہو جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

خاتمیت: ولکن رسول اللہ خاتم النبیین، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا دروازہ بند کردیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو اس کو اسلام سے خارج سمجھا جائے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انا خاتم النبیین لانبی بعدی۔

معراج جسمانی: تمام انبیاء کو روحانی معراج ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو جسمانی معراج کی خصوصیت سے نوازا۔

امامت انبیاء: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیا کرام میں سے

آپ ہی کو امامت کا منصب عطا فرمایا۔

آپ کے سامنے بلند آواز کا ممنوع ہونا:۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے بلند آواز میں بات کرنے کو بھی منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی .

آپکو نام لیکر پکارنے سے ممانعت، لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا .

آپ پر جھوٹ گھڑنے والے کو سخت وعید : من کذب علی متعمد افلیتبو مقعدہ من النار .

اجابت دعوت فی الصلوۃ: یعنی آپ کے بلانے پر ہر حالت میں جواب دینا یہاں تک کہ نماز جیسے اہم فرض میں بھی آپ کے بلانے پر جواب دینا ضروری ہے، جیسے قرآن میں ہے۔ یا ایھا لذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم .(سورہ انفال)

نیند کا ناقص وضونہ ہونا: جیسا کہ حدیث شریف میں ہے. العین نائمة والقلب یقظان.

کثرت ازواج: یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، تاکہ حضور کی عائلی زندگی کے زیادہ سے زیادہ مسائل امت کے سامنے آسکیں۔

نکاح بلا مہر: آپ کیلئے جائز ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انفرادی خصوصیت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے،

وامراۃ مومنة ان وھبت نفسھا للنبیّ ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصة لک من دون المومنین .(الاحزاب)

معائنہ جنت ودوزخ: آپ نے منبر پر کھڑے ہوکر جنت ودوزخ کا معائنہ کیا۔

مقام محمود: یعنی میدان حشر میں جب ہر آدمی کو اپنی ہی پڑی ہوگی تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں آپکو سب سے زیادہ اعزاز یعنی مقام محمود نصیب ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے .

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا (الاسراء)

شفاعت کبریٰ: یعنی میدان حشر میں جب اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کی سفارش قبول فرمائیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑی خصوصیت شفاعت کبریٰ حاصل ہوگی جس کی بدولت دنیا کا حساب اور فیصلے کا آغاز ہوجائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سفارش تمام امم سابقہ کے لیے بھی مفید ثابت ہوگی۔ ایک موقع پر آپ نے مزید چند خصائص کا تذکرہ فرمایا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضلت علی الانبیاء بست اوتیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب وجعلت لی الارض مساجداوطهورا وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون۔

کہ مجھے انبیاء پر فضیلت دی گئی۔ مال غنیمت حلال کیا گیا۔ تمام روئے زمین کو میرے لئے مسجد بنادیا گیا۔ اوراسکو میرے لیے طہارت قراردیا گیا۔ اورمہینہ کی مسافت پر رہنے والے دشمن پر میرارعب ڈالاگیا۔ آپ کی برکت سے پہلی شریعتوں کے دشواراورگراں باراحکام میں امت محمدیہ کوسہولت کا حاصل ہونا

سابقہ امتوں پر سختیاں جو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں

☆ گناہ میں استعمال ہونے والے اعضاء کا کاٹنا ☆ کپڑے کے جس حصے کونجاست لگ جاتی اس کا کاٹنا ☆ توبہ کی جگہ انسان کا قتل ہونا ☆ مسجد کے علاوہ نماز کا جائز نہ ہونا ☆ تیمم کے ذریعے پاکی حاصل کرنے کی سہولت کا نہ ہونا ☆ رمضان المبارک کی راتوں میں ازدواجی تعلقات کا حرام ہونا ☆ زکوۃ میں مال کا چوتھائی حصہ اداکر ☆ زکوۃ اور غنیمتوں کا مصرف نہ ہونا بلکہ آسمان سے اتری ہوئی آگ کا جلادینا ☆ نیکی کے بدلے میں ایک ہی نیکی کا ملنانہ کہ دس اس امت کے بارے میں ارشادخداوندی ہے من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالها ☆ رات کا گناہ صبح کے وقت دروازہ پر لکھا ہواپانا ☆ قصاص کی وجہ سے معافی کا حرام ہونا ☆ چربی اوررگوں کے گوشت کا حرام ہونا ☆ ہفتہ کے دن شکار کا حرام ہونا

آپ کے مسائل کا فقہی حل

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب

مبتدعین کے بارے میں دوٹوک فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ برصغیر پاک وہند میں بہت سے ایسی مساجد جن میں بریلوی مکتب فکر کے افراد فریضہ امامت سرانجام دیتے ہیں۔اور عموماً درجہ ذیل عقائد ونظریات کے حامل ہیں۔

۱۔ تمام انبیاء واولیاء بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت، ہر جگہ حاضر وناظر اور عالم ما کان وما یکون یعنی علام الغیوب ہوتے ہیں۔

۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان اور بشر کہنا گستاخی وبے ادبی ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے ہوئی۔

۳۔ غیر اللہ کے نام کی نذر ونیاز مثلاً گیارہویں شریف وغیرہ حلال وطیب اوران کا کھانا باعث اجر وثواب ہے۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کائنات کے مشکل کشا اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ ہمارے غوث الاعظم فریادرس اور دستگیر ہیں۔

۵۔ دیوبندی، تبلیغی جماعت وہابی، شافعی، مالکی، حنبلی، وغیرہ حتی کہ بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی کے امام (معاذ اللہ) گستاخ، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اوران میں سے کسی کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی۔

(بلکہ بقول احمد رضا خان بریلوی جو شخص دیو بندیوں اور وہابیوں کے کفر میں شک کرے یا کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ اور متعدد کتب مثلاً احکام شریعت، فتاویٰ افریقہ اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ اس پر شاہد ہیں) چنانچہ ان میں اکثر متعصب بریلوی حضرات، دوران ایام حج وعمرہ بھی اپنی نمازیں بغیر جماعت الگ سے پڑھتے ہیں۔ اور مسلمانان عالم کے ہمراہ حرمین شریفین کے ائمہ کرام کی اقتداء نہیں کرتے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا درج بالا یا اس جیسے دیگر بے شمار عقائد فاسدہ باطلہ شرکیہ رکھنے اور سینکڑوں اقسام کی بدعات قبیحہ کے مرتکب اشخاص کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

نیز ادا شدہ نمازوں کے لئے کیا حکم ہے؟

جبکہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ تبلیغ واصلاح کی نیت سے ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل اور مدلل جواب دے کر امت مرحومہ کی رہنمائی فرمائیں۔

والسلام مع الاکرام

السائل محمد جمیل رحمانی عفی عنہ راولپنڈی

ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وصل اللہ علی رسولہ الکریم ونبیہ الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم . وما یؤمن اکثر ھم باللہ الاوھم مشرکون (سورۃ یوسف ۱۰۶)

ترجمہ۔ اور ایمان نہیں لاتے اکثر یہ اللہ تعالیٰ پر مگر ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔

یعنی منہ سے سب کہتے ہیں کہ خالق مالک سب کا وہی ہے پھر اوروں کو پکڑتے ہیں یعنی حاجت

روا، کارساز اور مشکل کشا۔ پیغمبر کا اتباع سنت جب معتبر ہے جب اس کے ساتھ بدعت کا ارتکاب نہ ہو یہ دونوں حقیقتیں مسلمہ ہیں اور اس پر صدہا نصوص کتاب وسنت کے شواہد ہیں، اگر کوئی شخص حق تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لاتے ہوئے حق تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس کا شریک ٹھراتے ہوں تو یہ شخص مشرک ٹھرتا ہے اور اس پر شرک کے احکام نافذ ہونگے۔ نزول قرآن کے وقت تین فرقے ایسے موجود تھے جو اللہ تعالیٰ کے مقدس اور برگزیدہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو خداوندی صفات واختیارات میں شریک ٹھہراتے تھے۔ مثلاً یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور مشرکین مکہ فرشتوں کو نہایت عقیدت ومحبت میں خدا کی صفات واختیارات میں شامل کر چکے تھے۔ جنہیں قرآن کریم نے ببانگ دھل کفار اور جہنمی کہا۔ واضح رہے کہ یہ لوگ کبھی بھی اپنے آپ کو کافر یا مشرک نہیں سمجھتے تھے مگر ان کے عقائد واعمال میں چونکہ شرک آچکا تھا اس لئے قرآن نے کہا۔" لقد کفر الذین قالو ا ان اللہ ثالث ثلاثۃ' یعنی اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے پکے کافر ہو چکے ہیں اور یہ سب کچھ وہ عقیدت ومحبت کے بہترین عنوان سے کرتے تھے بلکہ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو انبیاء کو اللہ کے بندے اور رسول کہنے سے انہیں بے ادبی کا مرتکب سمجھتے تھے۔"لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ ولا الملائکۃ المقربون ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر فسیحشر ھم الیہ جمیعا "(سورۃ نساء ۱۷۲) ترجمہ۔ اور ہرگز عار نہیں سمجھیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نہ اللہ کے مقرب فرشتے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور جو کوئی اس کی بندگی کو عار سمجھے اور تکبر کرے پس وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔ واضح رہے کہ زمانہ حال میں مبتدعین کے ہاں عقائد میں شرک اور بہت ساری وجوہ سے ارتکاب کفر بلکہ ان کی بدعات ہی مکفرات ہیں، کیونکہ بدعت کی دو قسمیں اہل اللہ کے ہاں معروف ہیں ایک مفسقہ جس کے کرنے سے بندہ فاسق ہوتا ہے۔ اور دوسری مکفرہ جس کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔ تفصیل عقائد ابو اسحاق اسفرائنی وغیرہ میں اور سامرہ وتحریر اصول کے شروح میں موجود ہیں۔ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ام سلمہؓ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ۔ انہوں نے حبشہ میں ایک چرچ دیکھا تھا،

جس میں مورتیاں نصب تھیں۔یہ واقعہ ام سلمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولئک قوم اذا مات فیھم العبد الصالح او الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا وصوّروا فیہ تلک الصور اولئک شرار الخلق عند اللہ

(بخاری ج ۱ ص ۶۲)

مرض الوفات میں چہرے سے بار بار چادر اٹھاتے تھے اور فرماتے تھے،لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذو اقبور انبیاءھم مساجدا، کبھی آپ فرماتے تھے قاتل اللہ الیھود اتخذو اقبور انبیاءھم مساجدا بلکہ جو پانچ موتیاں سورۃ نوح میں ذکر ہوئی ہیں وقالو الا تذرن الھتکم ولاتذرن ودًا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا .وھی اسماء رجال الصالحین من قوم نوح علیہ السلام، یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بزرگ تھے بعد میں جا کر لوگ ان سے مدد مانگنے لگے تھے۔اوران کا پوجا کرنے لگے تھے۔کانو قوما صالحین بین آدم ونوح انما کانوا یعبدونھم وبھم یسقون المطر فعبدوھم، کہ لوگ ان کا پوجا کرتے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۲۶)

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔کہ یہ جو لوگ درگاہوں میں حاضر ہوتے ہیں۔اوران کی تعظیم کرکے انہیں اپنی مشکل کشائی اورحاجت روائی کے ذرائع سمجھتے ہیں یہ کفار اور مشرکین کی ایک واضح مثال ہے سورۃ یونس کی آیت" ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ قل اتنبؤن اللہ بما لا یعلم فی السمٰوٰت ولا فی الارض سبحنہ وتعلیٰ عما یشرکون "اور یہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسوں کو جو نہ ضرر دے سکتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں یہی ہمارے سفارشی ہونگے اللہ کے ہاں آپ فرمادیجئے تم بتانا چاہتے ہو اللہ کو ایسی چیزیں جن کو وہ جانتے تک نہیں آسمان وزمین میں وہ پاک ہے شریک سے اور وہ بلند وبرتر ہے کسی کی شرکت سے۔

امام رازیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں" ونظیرہ فی ھذا الزمان اشغال کثیر من

الخلق بتعظیم قبو ر الاکا بر علی اعتقاداتهم اذا عظمو اقبورهم فا نهم یکو نون شفعا ء هم عند الله .(تفسیر کبیر ص ۴۹) اوراس کی مثال اس زمانے میں بہت سارے لوگوں کا بزرگان دین کی درگاہوں کا تعظیم کرنا ہے وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بزرگوں کی درگاہوں کی تعظیم کرنے سے وہ اللہ کے ہاں ان کے سفارشی بنیں گے۔غور کرلیا جائے کہ زمانہ حال کے مبتدعین اوران کے عقائدواعمال، امام رازیؒ کے نزدیک وہی ہے جومشرکین کے عقائدواعمال تھے۔اور جوآیات ان کے رد میں نازل ہوئی تھیں وہ ان ہی پر منطبق ہورہی ہیں۔

واضح رہے عبادت کرنا بغیر اسباب وسائل کے دنیا سے جانے والے بزرگوں سے مدد مانگنا یاان کو پکارنا شرعا برابر جرم ہے چنانچہ مفسر اہل سنت علامہ الوسی بغدادیؒ تفسیر روح المعانی میں سورۂ کہف کی آیت ” افحسب الذین کفر وا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء “ کی تفسیر میں لکھتے ہیں” ای معبودین ای انصا را لهم من بأسی “ (پارہ ۱۶ص ۴۲)

یعنی بزرگان دین کواولیاء سمجھنا اس معنی میں کہ یہ ان کی عبادت کرتے تھے یا یہ ان کو چھڑاتے تھے ہماری تکلیفوں سے۔ گویا عبادت کرنا یاان سے مدد مانگنا دونوں برابرا کا شرک اور کفر ہے۔شرک اور کفر کرنے سے ایمان چلا جاتا ہے۔اور آدمی کافراور مرتد ہوجاتا ہے۔چنانچہ فریق مخالف کے مشہور مبتدع عالم مولوی نعیم الدین مرادآبادی مولوی احمد رضا خان کے ”کنزل الاعمال“ کے ”خزائن العرفان“ میں لکھتے ہیں ۔

مسئلہ :۔شرک سے مسلمان مرتد ہوجاتا ہے۔

مسئلہ:۔مرتد کی سزا قتل ہے(خزائن العرفان ص ۱۴)

شرک اور کفر کی ایک مثال اس فرقے کا انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا انکار ہے واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بشریت بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قطعی اور یقینی ہے۔مگر یہ مولوی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں

مسئلہ:۔اس سے معلوم ہوا کی کسی کو بشر کہنے سے اس کے فضائل وکمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے۔اس لیے قرآن پاک میں جابجا انبیاء کرام کو بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔در حقیقت ،انبیاء کی شان میں ایسا لفظ

ادب سے دور اور کفار کا دستور ہے۔ (خزائن العرفان حاشیہ ص ۵)

جبکہ قرآن وحدیث اور چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ انبیاء کی بشریت کا قطعی ثبوت اور شاہد عادل ہے۔ مفسر اہل سنت آلوسیؒ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر کے منکر کو کافر قطعی کا فتویٰ ولی الدین عراقی (صاحب مشکوۃ) سے نقل کرتے ہیں۔ ”وقد سئل الشیخ ولی الدین العراقی هل العلم بکونه صلی اللہ علیہ وسلم بشرا ومن العرب شرط فی صحة الایمان او من فروض الکفایة؟ فاجاب بانه شرط فی صحة الایمان ثم قال فلو قال شخص اومن برسالة محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی جمیع الخلق لکن لا ادری کل هو من البشر او من الملائکة او من الجن، او لا ادری هل هو من العرب او العجم فلاشک فی کفره لتکذیبه القرآن وجحده ما تلقته قرون الاسلام خلفا عن سلف وصار معلوما بالضرورة عند الخاص والعام ولا اعلم فی ذلک خلافا فلو کان غبیاً لا یعرف ذلک وجب تعلیمه ایاه فان جحده بعد ذلک حکمنا بکفره. انتهی

(ص ۱۳ ا پارہ ۴)

یعنی شیخ ولی الدین عراقی (صاحب مشکوۃ) سے پوچھا گیا تھا۔ کہ یہ جاننا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے اور عربی تھے ایمان صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ یا فرض کفایہ ہے؟ پس انہوں نے جواب دیا کہ ایمان کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتا ہوں کائنات کیلئے لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ کہ آپ بشر ہیں یا فرشتہ (نور) ہیں؟ اور میں یہ بھی نہیں جانتا یا آپ جن ہیں؟ آپ عرب میں سے تھے یا عجم میں سے؟ پس ایسے شخص کے کفر میں شک نہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کی تکذیب کرتا ہے اور قرون اسلام سے ہر دور اور ہر زمانہ میں یہ معلوم اور خاص وعام کے ہاں ضروری رہا ہے۔

آلوسیؒ لکھتے ہیں ’ولا اعلم فی ذلک خلافا‘ پس اگر کوئی نالائق ایسے سمجھتا ہے تو اسے سمجھانا ضروری ہے پھر بھی نہ مانے تو ”حکمنا بکفره“ کیا اتنی واضح عبارات اور اہل سنت کے متفق علیہ فتاویٰ کے باوجود انبیاء کے بشر کے منکر کو مسلمان کہا جائے گا۔ یہاں تو خود حکم کفر موجود ہے۔ اس لئے بشر کا منکر قطعاً

کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ فتاویٰ سات سو سے زیادہ فقہاء محدثین اور مفسرین کے ہاں مسلمہ موجود ہے یہ کہنا ہی صحیح نہ ہوگا کہ ہم نے تکفیر کی بلکہ پہلے تکفیر ہو چکی ہے، ہم نے صرف اس کی وضاحت کی ہے، واضح رہے کہ فریق مخالف کے کفر کے تمام نظریات علی التحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کی وجہ سے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں مانا گیا، تو نور ماننا پڑا (جبکہ نور کے سلسلے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے) دیکھیے مولانا عبدالحیؒ کی کتاب "الآثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ) نور ہر جگہ ہوتا ہے تو حاضر ناظر پیش آیا اور جب ہر جگہ موجود ہو نگے تو جانتے بھی ہو نگے تو علم الغیب کا عقیدہ پیدا ہوا۔ اور جب غیب دان ہو نگے۔ تو کچھ کرتے بھی ہو نگے تو مشکل کشا اور حاجت روا کا نظریہ بن گیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو عالم الغیب یا حاضر ناظر سمجھنا کفر کا عقیدہ ہے فتاویٰ قاضی خان، بزازیہ، شامی، ہندیہ، فتح القدیر، نہر اور بحر سب میں موجود ہے۔

خلاصہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

یکفر فی الفتا وی لا نہ یعتقد ان الر سول و الملک عالم با لغیب "

یعنی رسول یا فرشتہ کو غیب دان جاننے والا کافر مع خلاصۃ الفتاوی ص ۳۸۵، البحر الرائق ج ۳ ص ۸۸

عقائد کفریہ کی چند مزید مثالیں۔ مثلاً یہ کہ حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیخ عبدالقادر جیلانی میں متجلی ہیں یہ ایک عقیدہ ص ۱۶، فتاویٰ افریقہ۔

(۲) شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے کندھے پر پاؤں رکھا اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئے۔ مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں سیدنا غوث الاعظم کے دوش مبارک پر پائے انور رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے۔ چنانچہ وہ شعر لکھتے ہیں۔

تھا تمہارا دوش اطہر زینہ پائے پیمبرؐ
جب گئے عرش بریں پر المدد یا عبدالقادر　　(فتاویٰ افریقہ ص ۶۳)

اپنے دینی پیشوا سمجھتے ہیں بوجہ اعتقاد کفریہ کے ان کی اقتداء میں مسلمان موحد کی نماز نہیں ہو سکتی۔ فقہ حنفی کے متون اربعہ میں سے مشہور متن الاختیار میں ہے واما المبتدع فکان ابو حنیفه لا یر الصلوة خلف المبتدع ، (ج، ا ص ۸۵)۔

بلکہ فتح القدیر میں ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (ج ا ص ۳۰۴)۔

واضح رہے کہ یہ جو صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کا ثبوت خیر القرون میں نہیں تھا صحابہ کرام زور سے صلوۃ وسلام پڑھنے والوں کو مسجد سے نکالتے تھے۔

"عن فتاوی القاضی انه حرام لما صح عن ابن مسعودؓ انه اخرج جماعة من المسجد یحللون ویصلون علی النبی ﷺ جهرا وقال لهم ما اراک الا لمبتدعین"،

یعنی مسجد میں زور سے صلوۃ وسلام یا کلمہ "لا الہ الا اللہ" پڑھنا حرام اور ناجائز ہے عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسوں کو مسجد نبوی ﷺ سے نکالا تھا (فتاوی شامی ج ۵، ص ۲۵۵)،

سو واضح رہے کہ حق تعالی کے علاوہ کسی بھی پیغمبر یا نبی کو عالم الغیب سمجھنے والا یا حاضر ناظر سمجھنا یا انبیاء علیہ السلام کی بشریت کا انکار کرنا کفر ہے اور کافر کی اقتداء میں مسلمان کی نماز نہیں ہوتی اور ایسی پڑھی جانے والی تمام نمازیں واجب الاعادہ ہیں اگر موقع ملا تو کسی مناسب موقع پر اس کی مزید تفصیل کر دی جائے گی اصلاح وتبلیغ کے لئے مشرک اور کافر کی اقتداء میں نماز پڑھنا کار دین نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک مہذب بے دینی ہے جس سے صرف نماز نہیں بلکہ ایمان خطرے میں پڑتا ہے" کما لا یخفی علی من له المام باصول الدین و وجوه الکفر کما هو مقرر فی محل هذا الشان.

سوال نمبر۲۔ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی صحیح تاریخ کیا ہے؟

جواب : آپ ﷺ کی پیدائش واقعہ فیل کے پچاس دن بعد آٹھ ربیع الاول بروز پیر بمطابق ماہ اپریل پانچ سو ستر (۵۷۰) عیسوی کو صبح صادق کے وقت ابو طالب کے گھر میں ہوئی۔

سیرت المصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحبؒ (ج ا ص ۴۹)

دوسرے قول کے مطابق نو ربیع الاول ۔ بارہ ربیع الاول کا قول ضعیف اور متکلم فیہ ہے البتہ آپ ﷺ کی وفات بارہ ربیع الاول کو ہے ۔ وقال محمد بن اسحاق توفی رسول اللہ ﷺ لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شہر ربیع الأول فی الیوم الذی قدم فیہ المدینۃ مہا جراً، واستکمل رسول اللہ ﷺ فی ھجرتہ عشر سنین کوامل ،قال الواقدی وھو المثبت عندنا وجزم بہ محمد بن سعد کاتبہ

(البدایہ والنہایہ ج ۵ص ۲۶۸) ومثلہ فی عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۲۸۶)

والمقصود ان رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم ولد عام الفیل علیٰ قول الجمہور فقیل بعدہ بشہر ، و قیل باربعین یوماً ، و قیل بخمسین یوماً و ھذاشہر

(البدایہ و النہایہ ج ۲ ص ۲۶۵)

سوال ۳ ۔ میلاد منانا جائز ہے یا نہیں اور شریعت میں میلاد منانے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب : آپ ﷺ کی پیدائش اور آپ کی پوری زندگی باسعادت اور باعث فرحت ہے تمام مسلمان آپ ﷺ کی صرف پیدائش نہیں بلکہ پوری حیات طیبہ سے خوش ہیں لیکن آپ ﷺ کی ولادت پر جلوس نکالنا یا ہرا جھنڈا لیکر روڈوں پر نکلنا اور مساجد میں چراغاں کرنا اور محفلیں منعقد کرنا اور بڑی بڑی دعوتیں کرنا یہ سب کی سب باتیں بدعات اور خرافات ہیں اسلام میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔ چھ سو ہجری تک ان بدعات اور خرافات کا کوئی نام ونشان تک نہیں تھا ۔ چھ سو صدی کے بعد اربل کے بادشاہ ابو سعید مظفر کوبکری نے ان بدعات کی بنیاد ڈالی ،وہ محفل میلاد کی بڑی بڑی دعوتیں کیا کرتا تھا اور اس سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا اور یہ بادشاہ ہر سال ان خرافات پر لاکھوں روپے خرچ کرتا تھا ۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر البدایہ والنھایہ میں اس بادشاہ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

وکان یعمل المولود الشریف فی ربیع الاول و یحتفل بہ احتفال ھائلاً وکان مع ذالک شہماً شجاعاً فاتکا بطلا عاقلاً عالماً عادلاً رحمہ اللہ و اکرم مثواہ وقد صنف

الشیخ ابو الخطاب ابن دحیہ له مجلداً فی المولد النبوی سماہ " التنویر فی مولد بشیر و النذیر " فاجاذہ علیٰ ذالک بالف دینار وقد طالت مدته فی الملک فی زمان الدولت الصلالحیہ وقد کان محاصر عکا والیٰ هذا السنة محمود السیرۃ والسیریدۃ قال السبط حکی بعضمن حضر اسماط المظفر فی بعض الموالد کان یمد فی ذالک السماط خمسة آلاف راس مشوي وعشرة الاف دجاجة ومأة الف زبدية وثلاثين الف صحن الحلوی ،قال وکان یحضر عندہ فی المولد أعیان العلماء والصوفیة فیخلع علیهم ویطلق لهم ویعمل للصوفیة سماعا من الظهر الیٰ الفجر ویرقض نفسه معهم وکانت له دار ضیافة للوافدین من ایّ جهة علی ایّ صفة وکانت صدقاته فی جمیع القرب والطاعات علی الحرمین وغیرهما ویفتک من الفرنج فی کل سنة خلق من الاساری حتیٰ قیل ان جملة من استفکه من ایدیهم ستون الف اسیر قالت زوجة ربیعه خاتون بنت ایوب وکان قد زوجه ایاها اخوها صلاح الدین لما کان معه علیٰ عکاقالت کان قمیصه لایساوی خمسه دراهم معاتبة بذالک فقال لبسی ثوبا بخمسة واتصدق بالباقی خیر من البس ثوبا مثمنا وادع الدفقیر المسکین وکان یصرف علی المولد فی کل سنة ثلاثة مائة الف دینار وعلی دار الضیافة فی کل سنة مئة الف دینار وعلی الحرمین والمیاہ بدرب الحجاز ثلاثن الف دینار سوی صدقات السر رحمه الله تعالیٰ وکانت وفاته بقلعة اربل واوصیٰ ان یحمل الیٰ مکة فلم یتفق فدفن مشهد علی؟

(البدایة والنهایة ج۱۳ ص ۱۶۰ .)

اور الحاوی للفتاویٰ میں شیخ تاج الدین عمر بن علی مالکی کا فتویٰ میلاد کی بدعت اور عدم ثبوت کے بارے میں منقول ہے جو قابل دید ہے علمائے کرام کی آسانی کیلئے من وعن نقل کیا جاتا ہے۔فانه تکرر سؤال جماعة من المبارکین عن الاجتماع الذی یعلمه بعض الناس فی شهر ربیع الاول

ویسمونه المولد هل له اصل فی الشرع او هو بدعة وحدث فی الدین وقصدوا الجواب عن ذالک مبیناً والایضاح عنه معیناً فقلت وبا لله التوفیق لااعلم لهذا المولد اصلاً فی کتاب ولا سنة ولا ینقل عمله عن احد من علماء الامة الذین هم القدوة فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین بل هو بدعة احدثها الباطلون وشهوة النفس اعتنی بها الاکالون بدلیل انا اذ ادرنا علیه الاحکام الخمس قلنا اما ان یکون واجب او مندوب او مباح او مکروها او محرماً ولیس بواجب اجماعاً ولا مندوب لان الحقیقة المندوب ما طلبه الشرع من غیر ذم علی ترکه وهذا لم یاذن فیه الشرع ولا فعله الصحابة ولاالتابعون ولا العلماء المتدینون فیما علمت وهذا جوابی عنه بین یدی الله تعالیٰ ان عنه سئلت ولاجائز ان یکون مباح لان الابتداع فی الدین لیس مباح باجماع المسلمین فلم یبقی الا ان یکون مکروه او حراماً (الحاوی للفتاویٰ ، ج ا ص ۱۸۳)

اس مسئلے کے مزید تفصیل ملاحظہ فرمائے الحاوی للفتاویٰ ج اص ۱۸۱تا۱۸۹، اس میں تسلی بخش بحث ہے ۔

سوال نمبر۴۔ محفل میلاد میں دعوت کرنا بڑی دھوم دھام سے اور اس دعوت کا کھانا یا شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۔ چونکہ محفل میلاد اس کی دعوت سب بدعات ورسومات باطلہ ہیں اس لئے ایسی محفل اور دعوت میں شریک ہونا یا دعوت کھانا جائز نہیں ہے ملاحظہ فرمائے علامہ شامی کی عبارت، واقبح منه (ای من نذر لغیر الله) النذر بقرأة المولد فی المنابر مع اشتماله علی الغناء واللعب وایهاب ثواب ذلک الی حضرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (رد المحتار ، ج ۲ ص ۱۲۸ ـ)

سوال نمبر۵۔ اگر کوئی شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے محفل میلاد منعقد کرلے اور اس کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے تو کیا ایسے شخص کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب۔ چونکہ محفل میلاد خلاف شرع کام ہے اور خلاف شرع کاموں میں ثواب نہیں ملے گا اور جس چیز میں ثواب نہ ملے تو وہ ذریعہ نجات درکنار الٹا باعث عذاب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جائے گی۔

فقالوا : انه یثاب علیٰ صباحة نیته ویعاقب علیٰ قباحة الابتداع کالصلوٰة فی الاوقات المکروهة و کالصوم فی یوم النحر فی قول وفی قول آخر انه لاثواب له فیه اصلاً وهوا المختار عندی ، (فیض الباری ج۴ ص ۲۹۷)

سوال نمبر ۶۔ بدعتی کی صحبت میں رہنا ان سے تعلقات رکھنا یا ان کے جلسے جلوس میں شریک ہوجانا ان سے دعا وسلام کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

جواب۔ بدعتی کیساتھ تعلق رکھنا اور ان سے دعا سلام رکھنا یا ان کے جلسے جلوس میں شریک ہوجانا کسی صورت میں جائز نہیں بدعتی کیساتھ میل جول سے سنت کی اتباع کی توفیق سلب ہوجاتی ہے، چنانچہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بدعتی کی صحبت سے سختی سے منع کرتے تھے ملاحظہ فرمائیں، من جلس الیٰ صاحب بدعت فاحذروه ، دوسرا قول، من احب صاحب بدعة احبط الله عمله واخرج نور الاسلام من قلبه .(تلبیس ابلیس ص ۲۸)

چنانچہ کتاب الاعتصام میں ہے فان اهل السنة مأمورون بعداوة اهل البدع وقد حذر العلماء من مصاحبتهم ومجالستهم (مختصر کتاب الاعتصام ص ۳۴)

چنانچہ دلیل الفالحین میں ہے ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شارح فرماتے ہیں،

قال المصنف فیه هجران اهل البدع والفسوق ومنابذی السنة مع العلم وانه یجوز هجرانه دائماً والنهی عن الهجران فوق ثلاثة ایام انما هو فیمن هجر لحظ نفسه ومعایش الدنیا ،اما اهل البدع ونحوهم فیهجرانهم دائم ٗ

ٗ(دلیل الفالحین ج ۱ ص ۳۱۹)

سوال نمبر ۷۔ بدعت دنیا میں کیسے وجود میں آئی ہے اس کی وجوہات واسباب کیا ہے؟

جواب۔ اس کی وجوہات چار ہیں یعنی چار وجوہ سے بدعت وجود میں آتی ہے (پہلی وجہ) کہ مبتدع خود اپنی نفسانی خواہشات اور اتباع نفس کی وجہ سے بدعت کا شکار ہو جاتا ہے (دوسری وجہ) کوئی عالم خلاف شرع کام کرے اور عوام الناس اور نادان لوگ اس کو دین سمجھیں تو اسی وجہ سے یہ غلط عمل بدعت کی شکل اختیار کرتا ہے (تیسری وجہ) عوام الناس خلاف سنت اور خلاف شرع کاموں میں مبتلا ہو جائے اور عالم منع کرنے پر قادر ہونے کے باوجود ان کو کچھ نہ کہے اور منع نہ کرے تو عوام الناس عالم کے سکوت کی وجہ سے اس کو اچھا سمجھتا ہے کہ یہ عمل صحیح ہے اگر یہ عمل غلط ہوتا تو علماء ضرور منع کرتے تو علماء کا خاموش ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ یہ بات صحیح ہے تو اس وجہ سے غلط عمل اور بدعت وجود میں آتا ہے۔
(چوتھی وجہ) ایک عمل بذاتہ اگرچہ صحیح ہو لیکن اس کو اعتقادی طور پر لازم سمجھا جائے جب کہ اس کو لازم سمجھنا غلط ہے تو اعتقادی وجہ سے مباحات بدعت کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ البدعة تنشاء عن اربعة اوجه(احدهما) وهو اظهر الاقسام ان يخترعها المبتدع (الثانی) ان يعمل بها العالم على وجه المخالفة فيفهما الجاهل مشروعة (الثالث) ان يعمل بها الجاهل مع سكوت العالم عن الانكار وهو قادر عليه فيفهم الجاهل انها ليست بمخالفة (الرابع) من باب الذرائع وهو ان يكون العمل فى اصله معروفاً الا انه يتبد الاعتقاد فيه مع طول العهد بالذكرى ،(مختصر كتاب الاعتصام ص ٩٧).

سوال نمبر ۸۔ کیا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور بعض کتابوں میں بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا گیا ہے۔؟

جواب:۔ جن کتابوں میں بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا گیا ہے اس سے مراد بدعت فی العمل ہے نہ کہ بدعت فی الاعتقاد کیونکہ تمام فقہائے کرام صراحۃً لکھ چکے ہیں کہ جس کا عقیدہ خراب ہو اور کفریہ عقیدہ

رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی، چنانچہ ہمارے زمانے کے مبتدعین کے عقائد بالکل کفریہ ہیں ان کو ان بدعتیوں پر قیاس نہ کیا جائے جن کے پیچھے نماز پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے اس لئے زمانہ حال کے مبتدعین کے پیچھے کفریہ عقائد رکھنے کی وجہ سے نماز پڑھنا باطل محض ہے اگر کسی نے پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی ایسی نماز کالعدم ہے دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔

روىٰ محمد عن ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالىٰ

ان الصلوٰة خلف اهل الهواء لاتجوز

(فتح القدير ج ا ص ۳۰۴، حلبى كبير شرح منية ص ۵۱۵، مراقى مع الطحطاوى ص ۱۶۵، فتاوىٰ تارتارخانيه ج ا ص ۶۵۱، حاشيه حلبى على تبيين الحقائق ج ا ص ۱۳۵، امداد الفتاح ص ۳۴۴)۔

والمراد المبتدع الذى لا نكفره بدعته فان كفر بها لاتصح امامته كما قدمناه،

(امداد الفتاح ص ۳۴۳)

ومثله فى تبيين الحقائق ج ا ص ۱۳۴، البحر الرائق ج ا ص ۳۴۹، خلاصة الفتاوىٰ ج ا ص ۱۴۹، بدائع الصنائع ج ا ص ۱۵۷)

بدعت و بدعتی کا ایک تحقیقی جائزہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب: مولانا سہیل احمد صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ احسن العلوم

(۱) بدعتی کی تعریف (جلد ۸ ص ۴۹)

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی میں بدعت ہونے کے لئے یہ ضروری تھوڑا ہی ہے کہ اس میں ساری ہی باتیں بدعت کی ہوں جیسے کفر کیلئے ایک بات بھی کافی ہے کیا کفر کی ایک بات کرنے سے کافر نہ ہوگا اسی طرح ایک بات بدعت کی کرنے سے بھی بدعتی ہوگا۔

(۲) بدعتی کا مفہوم (جلد ۷ ص ۹۴)

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان اطراف میں اپنے بزرگوں کی برکت کی بدولت بڑا امن ہے۔ یہاں سے باہر جا کر پتہ چلتا ہے کہ چہار طرف گمراہ اور مکار لوگوں کے ہاتھ میں ایک مخلوق پھنسی ہوئی ہے اپنے اغراض نفسانی کو پورا کرنے کی غرض سے ان میں حقائق کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ باقی اس طرف تو بفضلہ تعالیٰ اتنا فرق ہے کہ جن مشائخ کو ہمارے علماء بدعتی کہتے ہیں وہ دوسری جگہ وہابی کہلاتے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں کے بدعتی اور جگہ جا کر وہابی کہلاتے ہیں اسی اطراف میں ایک شاہ صاحب جو بہت بڑے مشائخ میں سے مشہور ہیں۔ بڑے بڑے لوگ ان کے مرید ہیں مگر انہوں نے اپنے گھر والوں کو مجھ سے بیعت کرایا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ تو خود پیر ہیں پھر ان سے بیعت کرانے کی کونسی ضرورت تھی تو پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کہا ہم تو اس کے پیر ہیں۔ اصل پیر تو یہی لوگ ہیں۔ یہ وہ ہیں جو ڈھولک اور ستار کے سننے والے قوالیوں کے شیدائی ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو بدعتی نہ کہو ان کے عمل میں کوتاہی ہے بدعتی اسے کہتے ہیں کہ جس کے عقیدہ میں خرابی ہو ان کے عقیدہ میں خرابی نہیں۔ تو ان اضلاع یعنی مظفر نگر سہارنپور وغیرہ میں جو اس قسم کے لوگ ہیں ان میں گمراہی کا وہ رنگ

نہیں جو اور جگہ کے بدعتیوں میں ہے۔ ان لوگوں کے قلوب میں علم اور اہل علم کی عظمت اور محبت ہے اور یہ سب اپنے پہلے بزرگوں کا اثر اور ان کی برکت ہے۔

(۳) بدعت کی اصل (ج ۸ ص ۹۷)

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس بدعت کی کوئی اصل نہ ہو اس سے اتنی مضرت کا اندیشہ نہیں جتنا اصل ہونے کی حالت میں اندیشہ ہے۔ کیونکہ مبتدع لوگوں کو اس میں ذرا سہارا مل جاتا ہے اس کو آگے بڑھا لیتے ہیں۔

(۴) بدعت کی حقیقت (ج ۱۱ ص ۱۷۳)

ایک صاحب بلا اجازت پنکھا کھینچنے لگے ایک صاحب مجلس سے جو اٹھے تو انہوں نے پنکھا نہ روکا۔ اور ان کی ٹوپی ان کے سر سے اتر کر گر گئی اس پر فرمایا کہ جب تم سے پنکھا کھینچنا ہی نہیں آتا تو دوسرے کے ہاتھ سے بلا میری اجازت کیوں لیا گیا وہ صاحب چپ ہو گئے اور جواب نہ ملنے کی حضرت کو اور اذیت ہوئی (مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ مجھے تو بدعت کی حقیقت اس سے پوری معلوم ہو گئی ہے کہ وہ عبادت نہیں ہے کیونکہ جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ اس سے راضی ہی نہیں (لتجاوزہ عن حدود الشرعیۃ) اور ایسے ہی بعض خدمت بھی صورت خدمت ہوتی ہے اصل خدمت نہیں ہوتی کیونکہ خدمت سے مقصد ہے راحت و رضا مندی مخدوم جو یہاں مفقود ہے۔ (جیسا کہ یہ واقعہ ہوا) بس معلوم ہوا خدمت بھی حدود ہی کے اندر ہو سکتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس کی خدمت یا عبادت کی جائے جب وہ اس سے راضی ہی نہیں تو اس خدمت اور عبادت سے کیا فائدہ اور رضا تو رہی در کنار اس پر تو گرفت اور مواخذہ ہوتا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار۔

(۵) بدعات کا اثر (ج ۸ ص ۳۳۸)

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعات میں یہ اثر ہے کہ اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ عقل بالکل ظلمانی ہو جاتی ہے۔ اس لئے اہل حق پر اعتراضات بے بنیاد کیا کرتے ہیں میرے ایک دوست مولوی

صاحب سے کسی بدعتی نے کہا کہ تم جو کو مولد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو کھڑے ہو کر کرنے کو منع کرتے ہو تو ذکر رسول کی تعظیم سے منع کرتے ہو۔ مولوی صاحب نے خوب ہی جواب دیا۔ کہا نہیں ہم ذکر رسول کی تعظیم سے منع نہیں کرتے بلکہ اللہ کی بے تعظیمی سے منع کرتے ہیں کیونکہ اگر کھڑے ہو کر ذکر کرنا تعظیم ہے تو پھر حق تعالیٰ کا ذکر بیٹھ کر کیوں کرتے ہو وہ بھی کھڑے ہو کر کیا کرو پھر ہم قیام مولد سے بھی منع نہ کریں گے۔ عجیب ہی جواب دیا۔

(۶) بدعت دوسرے گناہوں سے سخت کیوں ہے (ج ۹ ص ۱۶۷)

فرمایا کہ بدعت اور گناہوں سے زیادہ سخت ہے کیونکہ اور گناہوں کو دین نہیں سمجھا جاتا بلکہ گناہ سمجھا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے بدعت کو دین سمجھا جاتا ہے گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا یہ زیادہ سخت بات ہے کہ ایک بار فرمایا کہ نیچری بھی بدعتوں سے نفرت کرتے ہیں لیکن ان کی نفرت بیدینی کی وجہ سے ہے اور یہ بدعت سے بھی بدتر ہے۔ ان سے تو بدعتی ہی ہزار درجہ بہتر ہیں کیونکہ بدعت کا منشاء اتنا فاسد نہیں جتنا کہ نیچریت کا بلکہ اس کا منشا تو غلو فی الدین ہے نہ کہ بیدینی۔

(۷) پہلے زمانے کے بدعتی (ج ۸ ص ۵۴)

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پہلے زمانہ کے بدعتی بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے اب تو بکثرت کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہیں نفوس میں شرارت بھری ہے ہوا پرستی اور عیش پرستی میں مبتلا ہیں صریح بددینی پر اترے ہوئے ہیں۔ گانا بجانا امرد لڑکوں اور بازاری عورتوں سے اختلاء ان کا شعار ہو گیا ہے۔ بزرگوں کے مزارات پر شب روز یہی فسق و فجور اور خرافات مہیا رہتا ہے۔ بزرگوں کے بدنام کرنے والے انکو تکلیف پہنچانے والے پھر دوسروں کو بدنام کریں۔ یہ بزرگوں کے مخالف اور دشمن ہیں۔ ایک شخص حکایت بیان کرتے تھے ذہین تو ہر طبقے میں ہوتے ہیں گو عاقل ہر طبقے میں نہیں ہوتے۔ یہ ... حصہ میں آئی ہے۔ کہتے تھے کہ پیران کلیر میں میلے کے ہنگامہ پر ایک مکان میں ایک ... یک عورت سے منہ کالا کر رہا تھا اور اندر سے دروازہ کی زنجیر لگا رکھی تھی کچھ مسافر لوگ

آئے انہوں نے مکان کی زنجیر ہلائی کہ وہ بھی وہاں آرام کریں تو وہ اندر سے کہتا ہے کہ میاں یہاں جگہ کہاں ہے یہاں تو آپ ہی آدمی پر آدمی پڑا ہے۔ ذہانت ملاحظہ ہو کیسے سچے تھے یہ بزرگوں کے مزارات پر جا کر فسق و فجور ہوتے ہیں۔ پھر درویش اور صوفی ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور شب و روز شرکیات اور بدعات و کبائر میں مبتلا ہیں خود گمراہ ہوئے دوسروں کو گمراہ کیا۔ اللہ کے راستہ میں راہ زن یہی لوگ ہیں اڑنگ بڑنگ واہی تباہی ہانکتے ہیں اور ان کو اسرار اور راز سمجھتے ہیں اللہ کی مخلوق کو دھوکے دیتے ہیں تصوف کو اور اہل تصوف کو بدنام کیا۔ اتفاق سے ملحدین اور بددینوں کا زمانہ ہے ان کو ایسے نمونے دیکھ کر خود طریق پر اعتراضات کرنے کا موقع مل گیا۔ ایک طرف تو یہ ہو رہا ہے دوسری طرف بعض ایسے لوگ پیدا ہو گئے کہ وہ غلو کے درجہ میں پہنچ گئے۔ بعض کو یہ غلو دیکھ کر طریق سے نفرت کا درجہ ہو گیا۔ مگر الحمد للہ اب مدتوں کے بعد یہ طریق واضح ہوا اب بے غبار ہے اسکے حدود اس کے احکام اس کے قواعد اور اصول سب منضبط ہو گئے اور مخلوق پر ظاہر ہو گیا یہ طریق اگر اپنی اصل پر ہے وہ چیز ہے کہ بدون اس کے نجات اگر محال اور غیر ممکن نہیں تو مشکل تو ضرور ہے گو اس طریق کو صاف کرنے میں مجھ کو بدنام بہت کیا گیا مگر واقعہ یہی ہے کہ اس چودھویں صدی کے اندر ایسے ہی لٹھ اور بے مروت شخص کی ضرورت تھی جیسا میں ہوں اس وقت نستعلیق سے کیا کام چلتا اس وقت کے لوگ جیسے ہوشیار ہیں یہ تو نرم آدمی کو ویسے ہی چٹکیوں میں اڑا دیتے مگر اللہ کا فضل ہے کہ اب سب کے دماغ درست ہو گئے اور طریق کی حقیقت سے باخبر ہو گئے۔ چنانچہ اسی ارشاد خلق کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا گیا جو نہایت کامل العقل کامل الفراست تھے ورنہ کفار انکو کہاں جمنے دیتے مگر ان حضرات کے عقل کے سامنے اس وقت کے بڑے بڑے فلاسفر اور حکماء گرد تھے اور پانی بھرتے تھے جب ہی تو تبلیغ ہو سکی بعینہ اس زمانہ میں الحاد اور زندقہ فتنہ فساد کی حالت ہے کہ علاوہ علانیہ دشمنوں کے بہت سے اسلام کی دوستی کے پردے میں دشمنی کر رہے ہیں اور ان سب کی دشمنی گویا اس آیت کا مصداق ہے۔ وان کان مکرھم لتزول منه الجبال مگر اور ساتھ ہی انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون کے موافق اللہ تعالی نے حق کی نصرت کرنے والی ایک جماعت بھی حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفته

من امتی منصورین علی الحق لا یضرھم من خذلھم قائم فرمایا کہ ان سب کے مکر اور دغل کو ھباء منثورا کر دیا۔ مگر ان اعداء میں اسلام کو دوسروں سے اتنی شکایت نہیں جتنی اپنوں سے شکایت ہے۔ اسلام بزبان حال کہتا ہے۔

قتل ایں خستہ بہ شمشیر تو تقدیر نہ بود

ورنہ ھیچ ازدل بے رحم تو تقصیر نہ بود

آج کل کے خیر خواہاں اسلام اور ھمدردان اسلام کوئی ریفامر کہلاتے ہیں کوئی لیڈر کہلاتے ہیں۔ مگر دوست نما دشمن اسلام کے احکام میں تحریف کرنا انہوں نے شعار بنا رکھا ہے۔

(۸) آج کل کے بدعتی (ج ۸ ص ۳۱)

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار میری ایک لکھی ہوئی تقریر سن کر فرمایا کہ میرے دل میں یہی تقریر تھی تو نے میرے سینہ کی شرح کر دی۔ یہ نقل کر کے حضرت والا پر ایک خاص کیفیت اور حالت طاری ہو گئی اور اس حالت میں فرمایا کہ میں فخر کی راہ سے نہیں کہہ رہا اور میں کیا فخر کر سکتا ہوں بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے کو تمام موجودات سے کمتر سمجھتا ہوں تو فخر کیا کرتا محض اللہ کا فضل ہے کہ یہ دولت نصیب فرمائی اور دعوئی اور فخر تو بہت دور ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ایمان ہی کے ساتھ دنیا سے چلا جاؤں یہی بڑا فضل ہے باقی درجات کا تو کبھی قلب میں وسوسہ بھی نہیں ہوتا اور ہم درجات کی کیا تمنا کریں۔ ہماری ہستی ہی کیا ہے سب انکی عطاء ہے اور عطاء پر کیا کوئی دعوئی اور فخر کر سکتا ہے۔ دعوے تو وہی کر سکتا ہے جو اس کو اپنا کمال سمجھتا ہو اور یہاں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ یہی اعتقاد ہے کہ جو کچھ ہے صرف اپنے بزرگوں کو دعاؤں کی برکت ہے۔ اور دعائیں میں نے ہر مسلک کے بزرگوں سے لی ہیں حتی کہ ایسوں سے بھی جو صورۃً بدعتی کہلاتے تھے کیونکہ پہلے ایسے بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے ان میں دین تھا عناد اور شرارت نہ تھی جیسے آج کل کے بدعتی کہ اکثر بد دین بلکہ فاسق فاجر تک ہیں۔

دراصل بدعتیوں کو اہل حق سے عناد ہے (ج ۴ ص ۷۱)

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصل میں بدعتی لوگوں کو عناد ہے اہل حق سے اس عناد کے سبب ان کی عبارات سے بعید بعید لزوم ثابت کرتے ہیں۔ کہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ لازم آتا ہے صریح عبارت میں تحریف کر کے اس پر کفر کو چسپاں کرتے ہیں۔ مولوی ابراہیم صاحب دہلوی نے اس کی مثال میں خوب کہا اکثر واعظ ظریف ہی ہوتے ہیں کہ ان کا لزوم ایسا ہے۔ جیسے ایک شخص یک چشم تھا ایک شخص سے راہ میں ملا اور کہا تو حرام زادہ تیرا باپ حرام زادہ اس نے کہا کہ میاں یہ کیا واہیات ہے راہ چلتے گالیاں دیتے ہو۔ میں نے آخر تم کو کہا کیا تھا کہنے لگا کہ یہ مشہور ہے کہ کانا حرام زادہ تو تم نے جب مجھ کو دیکھا ہوگا ضرور دل میں کہا ہوگا کہ کانا حرام زادہ تو میں نے اس کا جواب دیا کہ تو حران زادہ تیرا باپ حرام زادہ اب ایسے لزوم کا کسی کے پاس کیا علاج۔

بدعتیوں کا مذہب اتباع ہوا (ج ۴ ص ۷۲)

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا، کہ ان بدعتیوں کے یہاں سوائے تبرّ ابازی کے اور کیا ہے۔ یہ بھی شیعوں کی طرح ہیں۔ نہ تو علم ہے نہ حقائق شناسی محض اتباع ہوا ان کا مذہب ہے فلاں شخص کی تصنیف کو دیکھا لیا جائے سوائے خرافات بکنے اور گالیاں دینے کے ان میں علوم کا نام ونشان بھی نہیں۔ خود اس کی کتابیں دیکھ دیکھ کر اس کے بہت معتقد اس سے متنفر ہو گئے، کیونکہ ان تصانیف میں سوائے گالیوں اور خرافات کے اور کچھ نہیں۔ بحمد اللہ ہماری تصانیف اس قسم کی نہیں صرف تحقیق ہے۔ اس پر بھی کسی کو ناگوار ی ہو اور برا لگے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے ہم ذمہ دار نہیں خود میری عادت سب وشتم کی نہیں مگر بعض لوگوں کو ان باتوں میں مزا آتا ہے، لیکن مجھ کو ایسی باتوں سے بڑی نفرت ہے، اسی طرح یہ بھی عادت نہیں کہ ایک ہی چیز کو خصوص اختلافیات کو لے کر بیٹھ جاؤ، اور کھرل کئے جاؤ یہ بھی کوئی مشغلہ کی چیز نہیں، میرے ایک دوست ہیں حیدر آباد دکن میں عالم شخص ہیں انہیں یہ عادت ہے، کہ ایسی اختلافی باتوں کا مشغلہ رکھتے ہیں، ایک صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ اس کی بدولت بدعتی لوگ ان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ اور ان کی شکایت نظام تک پہنچائی اور تمام جرائم میں سے بڑا جرم ان کے سر یہ منڈھا گیا کہ انھوں نے حضور نظام کی توہین کی ہے اب

دیکھئے کیا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ بے چاروں پر رحم فرمائیں اور اس بلا سے نجات عطا فرمائیں میرا مسلک تو اس کے متعلق یہ ہے کہ اس قسم کے قصوں اور جھگڑوں میں پڑنا ہی نہیں چاہئے۔ خواہ مخواہ وقت بے کار ہو جاتا ہے آدمی اتنی دیر اپنی اللہ کی یاد میں لگے، کیسا ہی ہو ہم کو اس سے کیا لینا ہے۔ اور اپنے دین اعمال کی فکر چاہئے۔ خود ہمیں کیا خبر ہے کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، جب یہ خبر نہیں تو اس کے علم سے قبل بے فکری کیسی البتہ ضرورت کے وقت جہاں دین پر حملہ ہو اس وقت اگر مناسب تدابیر اختیار کرے اور بشرط طاقت اور وسعت وہمت کام کرے اور اس کو دین کی نصرت میں صرف کرے تو مضائقہ نہیں، عین مطلوب ہے، غرض کہ حدود کی ہر جگہ اور ہر موقع پر رعایت ضروری ہے باقی بے ڈھنگا پن کہ جس کے سر ہو نہ پاؤں یہ مناسب نہیں، اس میں بجائے نفع کے الٹا نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سو جہاں بجائے نفع کے ضرر کا اندیشہ ہو وہاں اس قسم کی باتیں کرنا مناسب نہیں۔

(۹) اہل بدعت کی عبادت کی عجیب مثال (ج ۱۰ ص ۱۳۱)

ایک سلسلہ میں فرمایا کہ بدعتوں کی عبادت کی مثال ایسی ہے جیسے خلاف اصول خدمت جو بجائے مقبول ہونے کے الٹی موجب ناخوشی ہوتی ہے اور خدمت کرنے والا سمجھتا ہے کہ میرا مخدوم بہت خوش ہو رہا ہوگا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ آدمی جہاں نیا نیا جائے خواہ مخواہ وہاں کے کاموں میں دخل نہ دے۔ ساکت صامت بیٹھا رہے۔ اور اگر ایسا ہی شوق کوئی خدمت وغیرہ کرنے کا ہو تو پہلے وہاں کے معمولات کی تحقیق کرلے۔ اب آج کل تو یہ احتمال ہی نہیں ہوتا کہ کوئی خدمت نامقبول بھی ہو سکتی ہے حالانکہ ناشناساؤں سے خدمت لینے میں طبعی حجاب ہوتا ہے اور شناساؤں میں بھی جن سے خدمت لینے کی عادت نہیں ہے انکی خدمت سے راحت نہیں پہنچتی بلکہ قلب پر بار ہوتا ہے پھر کیوں خواہ مخواہ خدمت کرنے کے درپے ہو۔ کوئی فرض ہے خدمت کرنا اور بزرگوں کی خدمت کرنے سے وہ نفع نہیں ہوتا جو اکثر خدمت کرنے والے سوچتے ہیں کیونکہ وہ اس کی خدمت کے منتظر نہیں اور ان پر خدمت کا کوئی خاص اثر بھی نہیں ہوتا۔ جی تو خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ راحت پہنچتی ہے لیکن اس قسم کا اثر نہیں ہوتا کہ اس کو وہ اپنا مقرب بنالیں اور اس کی رواتیوں کا

کوئی اثر لیں اور بلا تحقیق ان کے مطابق عمل کرنے لگیں خدمت سے جی خوش ہونے پر ایک بہت مزہ کا سوال جواب یاد آیا۔ ایک بے تکلف دیہاتی نے حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے بمقام آبھ جبکہ خدام مولانا کا بدن دبا رہے تھے سوال کیا کہ مولوی جی تم تو بہت ہی دل میں خوش ہوتے ہوگے کہ لوگ خوب خدمت کر رہے ہیں۔ فرمایا بھائی جی تو خوش ہوتا ہے کیونکہ راحت ملتی ہے لیکن الحمد للہ بڑائی دل میں نہیں آتی۔ یہ دل میں نہیں آتا کہ میں بڑا ہوں اور جو خدمت کر رہے ہیں وہ مجھ سے چھوٹے ہیں یہ سن کر وہ گاؤں والا کیسا صحیح نتیجہ نکالتا ہے۔ بولا کہ جی اگر یہ دل میں نہیں آتا تو بس پھر خدمت لینے میں کچھ حرج نہیں۔

(۱۰) بدعتیوں سے ملنا اچھا نہیں (ج ۹ ص ۳۰)

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بدعتیوں سے ملنا کیسا ہے۔ فرمایا کہ اچھا نہیں۔ کانپور کے بدعتیوں کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ مجھ سے کوئی خفا نہ تھا سب محبت کرتے تھے اور مالی خدمت بھی کرتے تھے۔ میں قبول کر لیتا تھا اور یہ جو میں نے کانپور کے بدعتیوں کو ذکر کیا ہے وہ ایسے بدعتی تھے جیسے ایک شخص کا گدھا کھویا۔۔۔۔۔ گیا تھا وہ اس کی تلاش میں پھر رہا تھا ایک شخص سے پوچھا کہ تم نے گدھا تو نہیں دیکھا اس نے کہا کہ ایک گدھی تو دیکھی ہے کہنے لگا کہ وہی ہوگی اس نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ گدھا ہے کہنے لگا کہ ایسا زیادہ گدھا بھی نہیں تھا۔

(۱۱) بدعتی لوگ ہمیشہ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں (ج ۴ ص ۱۹۸)

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی لوگ ہمیشہ دوسروں ہی پر اعتراض کرنے میں مشغول رہتے ہیں مگر کوئی مفید بات یا کام کبھی نہیں کرتے۔ ان کے یہاں چند چیزیں ہیں جن کو مایہ ناز سمجھتے ہیں مگر دین ان میں بھی نہیں ہوتا نہ فہم سے کام لیتے ہیں ایک مرتبہ کانپور میں میں نے وعظ میں گیارھویں کے متعلق بیان کیا اسمیں ایک انسپکٹر پولیس بھی شریک تھے بعد وعظ کے مجھ سے کہا کہ ہماری لئے بڑی مشکل ہے فلاں فلاں عالم تو اسکو جائز کہتے ہیں اور تم اس کو بدعت کہتے ہو ہم کیا کریں میں نے کہا کہ اس کا جواب بعد میں دوں گا پہلے یہ بتلایئے کہ آپ کو تردد رفع کرنا ہے یا اعتراض کرنا مقصود ہے کہا کہ تردد رفع کرنا مقصود

ہے میں نے دریافت کیا کہ تردد تو دونوں ہی جانب ہونا چاہیے سو جیسے مجھ سے اسوقت کہا گیا ہے کبھی ان مجوزین و جائز کہنے والوں، سے بھی اسطرح کہا ہے کہ فلاں فلاں منع کرتے ہیں اور آپ اجازت دیتے ہیں ہم کیا کریں، بس داروغہ جی ختم ہو گئے۔

خارش اور بدعت میں وجہ مناسبت　　(ج ۸ ص ۱۶۸)

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک زمانہ میں مجھ پر پریشانی کا بے حد غلبہ تھا اس وقت الغریق یتشبث بکل حشیش کی بناء پر میں بغرض معالجہ ایک صاحب کیفیت مگر صاحب بدعت درویش کی صحبت میں خذما صفا ودع ما کدر کو پیش نظر رکھ کر بیٹھا تھا ایک روز حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا مجھ کو ان درویش کے پاس بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں کہ ان کے پاس مت بیٹھا کرو ورنہ خارش ہو جائے گی۔ معبرین کی اصطلاح میں خارش اور جذام کی تعبیر بدعت ہے اس کے بعد میں نے ان کی صحبت چھوڑ دی۔ خارش اور بدعت میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ جیسے خارش میں تکلیف بھی ہے اور مزا بھی اور پہلے مزا اور بعد میں سوزش ایسے ہی بدعت میں مزا بھی اور تکلیف بھی اور پہلے مزا اور بعد میں تکلیف جو آخرت میں محسوس ہوگی اور یہ بدعت گناہوں سے بھی بدتر ہے کیونکہ گناہ کو گناہ تو سمجھ کر کرتا ہے اور بدعت کو دین سمجھ کر کرتا ہے اس لئے یہ بڑی ہی خطرناک چیز ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(ماخوذ از ملفوظات حکیم الامت　　ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ)

امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

اے آن کہ ہمہ رحمت مہداۃ قدیری
باراں صفت و بحر سمت ابر مطیری
معراج تو کرسی شدۂ و سبع سماوات
فرش قدمت عرش بریں سدرہ سریری
بر برق جہاں پایۂ پائے تو شدہ ثبت
ہم صدر کبیری و ہمہ بدر منیری
ختم رسل و نجم سبل صبح ہدایت
حقا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری
آدم بصفِ محشر و ذریتِ آدم
در ظل لوایت کہ امامی و امیری
یکتا کہ بود مرکز ہر دائرہ یکتا
تا مرکز عالم توئی بے مثل و نظیری
ادراک بختم ست و کمال ست بخاتم
عبرت بخواتیم کہ در دور اخیری
امی لقب ماہِ عرب مرکز ایماں
ہر علم و عمل را تو مداری و مدیری

عالم ہمہ یك شخص کبیر ست که اجمال

تفصیل نمو دند دریں دیر سدیری

ترتیب که رتبی است چووا کرده نموند

در عرصۂ و اسراء تو خطیبی و سفیری

حق ہست و حقے ہست چو ممتاز ز باطل

آن دین نبی ہست اگر پاك ضمیری

آیات رسل بوده ہمه بہتر و برتر

آیات تو قرآن ہمه دانی ہمه گیری

آں عقدۂ تقدیر که از کسب نه شد حل

حرفِ تو کشوده که خبیری و بصیری

کاں راکه جز اخوندۂ آں عین عمل ہست

بگذر ز حفاف و نگر آنچه پذیری

اے ختم رسل امت تو خیر امم بود

چوں ثمره که آید ہمه در فضل نضیری

کس نیست ازیں امت تو آں که چو انورؔ

باروے سیه آمدۂ و موئے زریری

ذکرِ محفوظ تیرا اعجاز ہے رسول عربی

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب

سر لشکر انبیاء ہیں رسول عربی
امام سبع سمٰوٰت ہیں رسول عربی
تھے ہدایت کے لئے سارے انبیاء و رسل
تاج ختمیت بر سر عرش ہے رسول عربی
جتنے رسل و انبیاء ہوئے مبعوث بہ شرع
شریعت آپ پر کامل ہے رسول عربی
جتنے آئے تھے آکر سارے رسل چلے گئے
تشریف آوری تیری دائم ہے رسول عربی
وہی کتاب و صحیفہ ان کے اعجاز کے لئے
ذکرِ محفوظ تیرا اعجاز ہے رسول عربی
علامات انکی صداقت کے لئے خوب رہیں
متواتر تیرے معجزات ہیں رسول عربی

امتیں ساری ہدایت کی طلبگار رہیں
امت جو فخر انبیاء ہے رسول عربی

سارے عالم میں صرف ایک خبر عام ہوئی
ہدایت آپ پہ موقوف ہے رسول عربی

اس پہ آیاتِ بینات انبیاء قائم
نجاتِ اخروی افگن ہے رسول عربی

حشر جو لمحہ شدائد ہے بتصریحِ قرآن
اس کی راحت بہ شفاعت ہے رسولِ عربی

اتباع آپ کا لازم ہے بہ ہمہ خلائق
فرشی و عرشی ثناء خواں ہیں رسول عربی

جتنے اعمال ہیں سب روکھے اور محروم ضیاء
کاش توفیق درودِ ہو رسولِ عربی

خاموش جو پہنچا ہے بر سوے بلدالامین
یہ عنایات از عنایات ہیں رسول عربی

توفیق شکر و سپاس خدا نصیب کرے
کہ مقدس یہ ارض پاک رسول عربی

نعت خوانی تو عبادت و شرافت ہے بڑی
خاموش شاعر نہیں غلام ہے رسول عربی

جو بھی ایک بار ملے تجھے وہ دل ہار آئے

سید امین گیلانی

رخ پر نور پہ کچھ اور بھی انوار آئے
لے کے قرآں جو حرا سے میرے سرکار آئے

سارے نبیوں میں کیوں نہ دھج ہو نرالی ان کی
باندھ کے ختم نبوت کی وہ دستار آئے

اہل دنیا کبھی دیکھا کوئی ان جیسا طبیب
سب شفا یاب ہوئے جتنے بھی بیمار آئے

گفتگو میٹھی ، حیا آنکھوں میں ، روشن چہرہ
جو بھی ایک بار ملے تجھ سے وہ دل ہار آئے

جادۂ حق میں قدم ان کے کبھی رک نہ سکے
کوہ درپیش ہوں یا وادئ پر خار آئے

شب ہجرت میں عدو رہ گئے آنکھیں ملتے
یار کو لے کے وہ جب ساتھ سوئے غار آئے

لے ہی آیا وہ سفینے کو کنارے پہ بخیر
غرق کرنے کو اگرچہ کئی منجدھار آئے

جب ملی تجھ پہ نظر رکھ دیا سر قدموں پہ
تیرا سر لینے کو جو لے کے تھے تلوار آئے

حشر میں نکلے وہ جب لے کے شفاعت کا علَم
سب پکار اٹھیں گے مخلوق کے غمخوار آئے

میں تو کہتا ہوں ابوبکر کی معراج تھی وہ
دوش پہ لے کے انہیں جب وہ سرِ غار آئے

اے علی سویا تو بستر پہ نبی کے جس رات
چومنے تیرے قدم طالع بیدار آئے

اے امیںؔ ان کا کرم ہے کہ دل ان کا ہی رہا
ورنہ دل لینے کو کتنے ہی خریدار آئے

محمد رحمتِ عالم ، حبیبِ کردگار آئے

ظہیر احمد تاج

جہاں میں آج مرغانِ چمن ہر سو پکار آئے
محمد مصطفیٰ صلی علیٰ جانِ بہار آئے
محمد آمنہ کے لعل ، انساں کا وقار آئے
فرشتے دلنوازی کو قطار اندر قطار آئے
امینِ دولتِ اسریٰ ، محبِّ کردگار آئے
ادائے دلبری والے ، دلوں کے تاجدار آئے
دکھی انسانیت کے درد پہ وہ اشکبار آئے
محمد رحمتِ عالم ، حبیبِ کردگار آئے
یتیموں، بے کسوں، لاوارثوں کے غمخوار آئے
سکونِ قلبِ مضطر ، اور قرارِ بیقرار آئے
کھلے غنچے ، چمن مہکا ، گلوں میں تازگی آئی

حبیبِ کبریا صلِ علیٰ جانِ بہار آئے

نبی آئے زمانے میں پیامی بن کے رحمت کے

محمد خود سراپا رحمتِ پروردگار آئے

اندھیری کفر کی راتیں، گھنیرے کفر کے سائے

چھٹے سارے اندھیرے جب وہ مہرِ انتظار آئے

دیا ہے درس آزادیٔ کامل نوعِ انساں کو

محمد محسنِ عالم جہاں کا افتخار آئے

ہوا ہے سر بلند انساں انہی کی راہنمائی سے

بیانِ حکمتِ قرآں، حقائق آشکار آئے

ادب سے تاجؔ نظریں جھک گئیں اول قدم پر ہی

نہ جانے کیا مری حالت ہو جب ان کا دیار آئے

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد

پھول کانٹوں میں کھلانے کے لئے آپ آئے

سمیع صدیقی

آگ نفرت کی بجھانے کے لئے آپ آئے
پھول کانٹوں میں کھلانے کے لئے آپ آئے
ظلم کو عدل سکھانے کے لئے آپ آئے
نور ظلمت کو بنانے کے لئے آپ آئے
دہر کے فتنے دبانے کے لئے آپ آئے
زیر دستوں کو اٹھانے کے لئے آپ آئے
وہ مصائب جو کسی اور نبی پر نہ سنے
کوہ غم ایسے اٹھانے کے لئے آپ آئے
تھے جو انسانوں کی زنجیر غلامی کے اسیر
ان کو آزاد کرانے کے لئے آپ آئے
ہے جو دنیا کے ہر انساں کے لئے خیر تمام
ایسا منشور سنانے کے لئے آپ آئے
خلق آفات و مصائب کی کڑی دھوپ میں تھی
سائبان ان پہ بنانے کے لئے آپ آئے

فرق محتاج و غنی بندہ و آقا کی تمیز
یہ تضادات مٹانے کے لئے آپ آئے
اشک آنکھوں سے، ہنسی لب سے گریزاں جن کے
ایسے دکھیوں کو ہنسانے کے لئے آپ آئے
ساری بستی کو وہ دکھ ہو جو اک انسان کا ہو دکھ
بستیاں ایسی بسانے کے لئے آپ آئے
سیدھا جنت کی طرف جاتا ہے بے خوف و خطر
راستہ ایسا دکھانے کے لئے آپ آئے
بخش کر اپنی غلامی کا شرف انسان کو
تاجدار ان کو بنانے کے لئے آپ آئے
خدمتِ خلق عبادت ہے یہی دین کی روح
یہ سبق ہم کو پڑھانے کے لئے آپ آئے
یعنی ایوان نبوت کو مکمل کرنے
بام و در اس کے سجانے کے لئے آپ آئے

دہر کے سرکش و سفاک درندوں کو سمیع
سامنے رب کے جھکانے کے لئے آپ آئے

یہ محمد مصطفیٰ صلی علیٰ کی شان ہے

پروفیسر بدرالزماں بدر

دعویٔ عشقِ محمد تو بہت آسان ہے
کیا کوئی ہم میں بلال و بوذر و سلمان ہے
ذات سے جن کی ہوا ہے حسن عالم کا ظہور
ان کی صورت دیکھ کر ہر آئینہ حیران ہے
منزلِ ہستی کی راہیں گرد و آلودہ سہی
آپ کا نقشِ کفِ پا ڈھونڈنا آسان ہے
دشتِ فرقت میں وہی ہیں سلسبیل و جوئے بار
اور دل کی بستیوں میں زیست کا سامان ہے
عالمِ امکاں میں ان سا دوسرا کوئی نہیں
یہ محمد مصطفیٰ صلی علیٰ کی شان ہے

دل میں شمع عقیدت کی ذرا بھڑکا یئے
دیکھئے تو زندگی پھر کس قدر آسان ہے
بھیجتا ہے خالق کونین بھی ان پر درود
وہ رسول ہاشمی اس شان کا انسان ہے
دامن ہستی میں خوشیوں کے کنول جن سے کھلے
وہ سراپا زندگی احسان ہی احسان ہے

بدرؔ دشتِ بے اماں میں ہیں وہی جاءِ پناہ
نام جن کا دو جہاں میں خیر کا عنوان ہے

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه
بود از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

سب روشنی ہے سیدِ خیر الانام کی

محمد ہمایوں مغل

جن و ملک فلک سے محمد کے نام کی
سوغات بھیجتے ہیں درود و سلام کی

عظمت تو دیکھیے شہ عالی مقام کی
ڈالی ہے خود خدا نے نظر احترام کی

جو بندہ دل سے اسوۂ سرکار پہ چلا
اس پہ خدا نے آتش دوزخ حرام کی

تاروں میں آفتاب میں ماہِ تمام میں
سب روشنی ہے سیدِ خیر الانام کی

اللہ کے حبیب کے دامن کو تھام لو
تدبیر بس یہی ہے بقائے دوام کی

اظہارِ حال ہو نہ سکا جب زبان سے
اشکوں نے بات قلبِ حزیں کی تمام کی

پی کر اسے ہو جائیگی ہر تشنگی سیراب
ہے بات ہی کچھ اور محمد کے جام کی
پوچھا گیا جو حشر میں میرے عمل کا حال
کہدونگا کہ حاضر ہے یہ نعت اس غلام کی
احسنؔ نبی رسول سبھی معتبر تو ہیں
کل کائنات حق نے محمد کے نام کی

لنا شمس و للأفاق شمس
شمسی خیر من شمس السماء
شمس الناس تطلع بعد فجر
و شمسی تطلع بعد العشاء

احسن المفاهیم

جمع وترتیب محمد انور شاہ

مقدمہ بہاولپور اور حضرت کشمیریؒ کا عشق رسول

ریاست بہاولپور کی ایک مسلمان خاتون نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ اس کا شوہر مرزائیت قبول کر کے اسلام سے خارج ہوگیا اس لئے اس کا نکاح باقی نہیں رہا، یہ صرف ایک خاتون کی ابرو کا معاملہ نہ تھا بلکہ اس مسئلہ کا تعلق اسلام کی بنیادی عقیدہ ختم نبوت سے تھا، اور خود سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کا سوال درپیش تھا اس لئے اس مقدمہ کو بے پناہ شہرت واہمیت حاصل ہوئی۔ نواب آف بہاولپور نے مقدمہ ایک جج کے حوالے کر کے شرعی فیصلہ کرنے کا حکم صادر کیا، قادیان کی پوری قوت حرکت میں آگئی اور مسلمانوں نے بھی ملک کے چوٹی کے علماء کو بیانات کیلئے مدعو کیا، علامۃ العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کو دیوبند میں جب پہلی پیشی کی اطلاع ملی تو آپ بہت کمزور تھے مرض بڑی شدت پر تھا اور موسم سخت گرم تھا اور مدرسہ دیوبند کے بڑے بڑے علماء نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ اس کمزوری اور تکلیف میں سفر نہ فرمائے ہم میں سے آپ جن کو حکم دیں ہم اس خدمت کیلئے تیار ہیں مگر آپ نہ مانے خود بہاولپور پہنچے جب واپس آگئے تو ان علماء سے فرمایا آپ حضرات ناراض نہ ہوتا کہ میں نے آپ کی بات نہیں مانی میں خود اس لئے گیا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن میری شفاعت سے انکار نہ فرماویں کہ جب میری عزت کا سوال تھا تو خود سفر کیوں نہ کیا، بہاولپور کی ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ شاید یہ بات مغفرت کا سبب بن جائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانبدار ہو کر بہاولپور آیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت

آپ کا عشق رسالت کا اس سے اندازہ کریں کہ آپ نے انتہائی کمزوری اور نقاہت کے باوجود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور اس کے ضمن میں پیش آنے والے مسائل پر کئی دن مسلسل پانچ پانچ گھنٹے عدالت میں بیان دیکر علم وعرفان کے دریا بہائے اور مرزائیوں کو ہر مسئلہ میں لاجواب کیا آپ کے بیانات نے مقدمہ کی کایا پلٹ دی آپ نے وفات سے کچھ دن پہلے خدام کو فرمایا کہ میری چارپائی اٹھا کر مدرسے میں لے چلو وہاں پہنچ کر آپ نے سب علماء کو جمع کیا اور فرمایا بہت کمزور ہوں اٹھ نہیں سکتا اب ایک بات کہنے آیا ہوں کہ جس کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی آرزو ہو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کی حفاظت کرے اور فتنہ مرزائیت کے مٹانے اور اس سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کرتا رہے۔آپ نے وصیت فرمائی اگر مقدمہ بہاولپور کے فیصلہ سے پہلے میری زندگی پوری ہو جائے تو میرے قبر پر فیصلہ سنا دیا جائے ۱۹۳۳ء میں آپ کا وصال ہوا اور ۱۹۳۵ء میں جج صاحب نے اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ کیا جس میں مدعا علیہ کی ارتداد کی تاریخ سے نکاح کو منسوخ اور مرزائیوں کو کافر قرار دیا گیا۔حضرت مولانا محمد صادق مرحوم بہاولپور سے دیوبند گئے اور حضرت کی وصیت کے مطابق مزار پر حاضر ہو کر جج صاحب کا فیصلہ بلند آواز سے سنایا۔

کتابوں کی پرنٹنگ انتہائی مناسب قیمت پر

دینی کتب کے لئے اور مدارس کے طلبہ کے لئے خاص رعایت

کتابوں کی عمدہ کمپوزنگ اور اعلیٰ سرورق کے لئے رجوع کریں

فون نمبر:0300-2608763 ، 0333- 2460275

احسنی کتب خانہ واحسن العطور

تفسیر، حدیث، فقہ، عربی گرامر وتاریخ اور علوم وفنون کی تمام کتب دستیاب ہیں۔
ہر قسم کے فرانس سے درآمد شدہ بغیر الکحل کے پرفیوم اور دیسی عطریات کا خاص مرکز
گارنٹی شدہ خالص شہد اور خالص تیل بھی دستیاب ہے

اعلیٰ رومال اور پگڑیاں انتہائی مناسب قیمتوں پر حاصل کریں۔

احسنی کتب خانہ

احاطہ جامعہ عربیہ احسن العلوم
گلشن اقبال بلاک نمبر 2، کراچی
فون نمبر: 0300-2608763
0333- 2460275

ADMISSIONS OPEN(O /LEVEL)

المدرسة السلامیه للعلوم الجدیدة السائینسیة

THE ISLAMIC SCHOOL OF MODERN SCIENCES

حفظِ قرآن، علوم دینیہ، تفسیر وحدیث، فقہ کمپیوٹر

کے ساتھ انگلش عربی میڈیم اسکول

زیرِ نگرانی

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

PH . NO ; 021 - 6018373

CELL : 0300 - 2139392

WWW . ahsan - ul - uloom . com

شاخ جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی